Digitized by Khilafat Library Rabwah

لا اله الا الله محمد رسول الله

هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله

عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اصل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

رسالہ اُردو

ریویو آف ریلیجنز

جلد ۲۸ نمبر ۹ — ستمبر ۱۹۲۹ء ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ

ایڈیٹر:۔ محمد ظہور الدین اکمل

قادیان

مقام اشاعت

قادیان دار الامان

پنجاب

چندہ سالانہ ہندوستان میں ۳ روپے اور ہندوستان سے باہر ۳/۸ روپے

چندہ

مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے اڑھائی روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون نگار
مسئلہ الہام و کشوف علم النفس کی روشنی میں	۳۲۱ – ۳۲۸	ڈاکٹر چوہدری محمد شاہنواز خاں صاحب ایم بی بی ایس
پیشگوئیوں کے اصول	۳۲۹ – ۳۴۶	چوہدری تاج الدین صاحب "مولوی فاضل"
باب کا جانشین	۳۴۶ – ۳۵۱	ڈاکٹر محمد صدیق صاحب سنوری (برہما)
انجیلی تعلیمات نمبر ۳	۳۵۱ – ۳۵۲	مولانا محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل
ابطال الباطل	۳۵۳ – ۳۶۰	مرزا احسام الدین صاحب لکھنؤ

مرثیہ

ذهب الرقاد بنضرةٍ وبهاءِ ⁂ طال السهاد بزفرةٍ وبُكاءِ

دمعٌ جرى ممزوجة بدماءِ ⁂ من خبر رحلة خاتم العلماءِ

اعطٰى له الرحمٰنُ فهمًا ثاقبًا ⁂ فبهٰذہٖ فاق علی الفضلاءِ

ما كان يشرب من عيون عيون ⁂ بل كان يحسو العلم من اصفياءِ

فی علمه و بیانه وجنانه ⁂ قد كانت الاٰيات للشهداءِ

فی وقت حرب كان ضيغم احمد ⁂ بنبالةٍ وشجاعةٍ وإباءِ

قد كان مثل السيف فی الاعداء ⁂ فی برقه وصليله ومضاءِ

قد كان ينهب قلب كل مخالم ⁂ بمودة و محبة واخاءِ

كانت مسرة روحه تبليغ دين المصطفى فی شدةٍ ورُخاءِ

واذكر بيانًا كيف كان مُبيّنٌ ⁂ مملوءة بعذوبةٍ وصفاءِ

واذكر علومًا وافرًا وعيونها ⁂ تجری كموج البحر او هوجاءِ

واذكر تلاوته الكتاب مغنّيًا ⁂ كصفير بلبل جاذب الاهواءِ

يا نور احمدُ من ضياءِ محمّدٍ ⁂ نورتَ وجه البر مثل ذكاءِ

ولكم غلبت على العدى هونًا وإن ⁂ هبت رياح الهوج من هيجاءِ

سلّلتَ سيف محمدٍ فی عسكر الاشرار حتّٰى صار مثل هباءِ

لازال طيرك فی رياض راتعًا ⁂ ومعلقًا بقنادل الغبراءِ

كل واشرب رغدًا بحيث تشاءُ ⁂ فی ارض احمد خاتم الخلفاءِ

يارب ادخلنا بارض حبيبنا ⁂ هٰذا دعائی بكرة ومساءِ

خادم العلماء محمد اسماعیل مولوی فاضل گدیسکی ضلع گجرات پنجاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

الہام اور ماڈرن سائیکلوجی

مسئلہ الہام و کشوف علم النفس کی روشنی میں

۳۔ نزولِ الہام

الہام کے نزول کا مقام اور طریق قرآن کریم میں نزولِ الہام کے متعلق آتا ہے نزّلہ علیٰ قلبک یعنی ہم نے اس پاک کلام کو تیرے دل پر نازل کیا۔ حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ لفظی الہام کا تعلق قوت سامعہ سے ہے۔ جسکا منبع دماغ ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ الہام کا تعلق قلب سے ہی ہے۔ کیونکہ قلب انوار سماویہ کا مہبط ہے۔ اور اسی پر اسکا نزول ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الہام پانے کے لئے صفائی قلب شرط ہے نہ کہ خوبیٔ دماغ۔ دماغ کے افعال میں اسباب ظاہری کا توسّط ہے اسلئے دماغی خیالات الہام نہیں کہلا سکتے۔ قلب پر جو نزول ہوتا ہے اس میں مادی اسباب کا وسیلہ نہیں۔ نہ ہی اس میں ذکی اور فہیم (یعنی جینئوس) کے اعلیٰ اور عدیم المثال خیالات کا تعلّق ہے۔ نہ ہی اس میں تعریفِ باطنی (آٹو سجیشن) کا کوئی دخل ہے۔ اسی واسطے اس کا نام امر اللہ ہے÷

گو لفظی الہام کا تعلّق دماغ۔ قوّت سامعہ اور کانوں سے ہے مگر الہام میں بنے بنائے الفاظ ہوا کے ذریعے کان میں نہیں ڈالے جاتے (جیسا کہ عام طریق الفاظ سننے کا ہے) بلکہ اسکا طریق اسکے برعکس ہے۔ عام گفتگو میں الفاظ کا ہوا کے ذریعے کان میں داخل ہو کر اندرونی کان میں ہوا کی لہریں عصبی پردے کو حرکت دیتی ہیں۔ جہاں سے یہ لطیف لہر اعصاب کے ذریعے دماغ تک پہنچتی ہے اور دماغ کی قوّت سامعہ کے مرکز کو تحریک کر کے آواز کا احساس پیدا کرتی ہے۔ مگر الہام میں پہلے اللہ تعالیٰ کے ارادہ کا اثر حضرت جبرئیل علیہ السّلام پر پڑتا ہے جن کے توسّط سے وہ انوار سماویہ ملہم کے قلب پر منعکس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خاص ارادہ کے ماتحت اسوقت ملہم کے حواس ظاہری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معطّل کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر حواس باطنی جن کا منبع قلب ہے خاص طور پر تیز ہو جاتے ہیں۔ ملہم کی قوّت ارادی سلب ہو کر ربودگی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ قلب میں سے وہ آسمانی انوار اور روحانی اثرات خون کے ذریعے دماغ کے سب کانشس حصہ میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ جہاں سے پھر یا اثر حواس سبعہ کے مختلف مرکزوں کو جو دماغ کے کانشس حصّہ میں ہیں حرکت دیتا ہے۔ جس سے حواس ظاہری بھی اس نزول الہام کے شاہد بنائے جاتے ہیں۔ اکثر دفعہ قوّت سامعہ کے مرکز کو تحریک ہوتی ہے۔ جس سے الہام ملہم کو سنایا جاتا ہے۔ بعض دفعہ قوت باصرہ کے مرکز کو حرکت ہوتی ہے۔ جس سے ملہم الہام لکھا ہوا اسکو دکھایا جاتا ہے۔ اور وہ اسکو حفظ کر لیتا ہے۔ بعض دفعہ قوّت گویائی کے مرکز کو حرکت دی جاتی ہے جس سے الفاظ زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔ بعض دفعہ یہ روحانی اثر دماغ کے سب کانشس حصّہ میں ہی محفوظ رہتا ہے۔ اور وہاں سے وہ آہستہ آہستہ کانشس مائینڈ پر اثر ڈالتا رہتا ہے۔ جسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ علوم کا ایک مخفی خزانہ زمین میں بھر دیا جائے۔ جس میں سے ملہم لامتناہی روحانی علوم نکالتا رہتا ہے۔ ملہم عام طور پر اس مخفی اثر کو خدا کا کلام نہیں کہتا۔ کیونکہ اس میں اپنے خیالات کا دخل بھی ممکن ہے۔ پس یہ وحی خفی لفظی الہام سے الگ چیز ہے) اس کی مثال حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی وہ خواب ہے جس میں فرشتہ نے حضور کو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سکھائی تھی۔ مگر وہ چونکہ سب کانشس میں محفوظ رکھی گئی تھی اسلئے حضور کو صبح اٹھ کر ساری بھول گئی۔ مگر یہ اسی خواب کا اثر ہے کہ حضور جتنی دفعہ بھی سورہ فاتحہ کی تلاوت فرماویں ہر دفعہ نئے معانی اور نئے نکات بیان فرماتے ہیں۔

اللّٰھمّ زد فزد ؛

پہلے حواس ظاہری کو معطّل کر دیا جاتا ہے تا کہ الہام میں مادی اسباب کی نفی ہو جائے۔ مگر جب روحانی اثر دماغ میں قلب کے رستہ پہنچ جاتا ہے تو پھر حواس ظاہری اور خصوصاً کان کو اس کا شاہد بنایا جاتا ہے۔ اور یہ ضروری تھا کہ ایسا ہو۔ کیونکہ اگر کان میں آواز پیدا نہ کی جاتی۔ اور ملہم اس قلبی کیفیت کو اپنے الفاظ میں بیان کرتا۔ اور اس طرح خود الہام کی تشریح کرتا تو اس میں اپنے خیالات بھی مل جاتے۔ اور الہام غلطی سے پاک نہ ٹھیر سکتا۔ پس ضروری تھا کہ کان کو بھی شاہد بنایا جائے۔ تا کہ الہام غلطی سے بالکل منزّہ رہے ؛

کشف میں حواسِ ظاہری کام کرتے ہیں۔ اور انسان ہوش کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس حالت میں انسان وفات یافتہ لوگوں سے روحانی ملاقات کر لیتا ہے۔ یا بعض امور جو کسی اور جگہ ہو رہے ہوں انکو دیکھ لیتا ہے۔ اور ساتھ اپنا کام بھی کر رہا ہوتا ہے ؛

دوسرے لوگوں کو الہام کیوں سنایا جاتا ہے؟ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ملہم کے الہام کے الفاظ دوسرے لوگ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی سُن لیتے ہیں۔ یا کشفی نظارہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور نہ صرف مومن بلکہ دشمنوں کو بھی کشف دکھایا جاتا ہے۔ جیسا کہ جنگ بدر کے موقع پر کفار کو فرشتوں کی فوج دکھائی گئی تھی۔ اسکے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ الہام اور کشوف باطنی باتیں ہیں۔ اسلئے چاہیئے کہ انکو صرف مُلہم ہی سُنے یا دیکھے۔ اسکے متعلق عرض ہے کہ دوسرے لوگ اس آواز کو کسی اپنی ذاتی خوبی کی وجہ سے نہیں سُنتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے منشاء اور ارادہ سے دوسروں کو بھی اس پر شاہد بنانے اور نبی کی صداقت کا یقین دلانے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے۔ مگر ان الفاظ کو سُننے کی کیفیت اور ہوتی ہے۔ مُلہم کے تو قلب پر روحانی نور اُتارا جاتا ہے جس سے اسکے دماغ کو احساس ہوتا ہے۔ مگر دوسروں کے لئے نزول الہام کے ساتھ ہی فضا میں لہریں پیدا کی جاتی ہیں۔ جنکو ہَوا کے توسط سے عام قانون طبعی کے مطابق لوگوں کے کان قبول کر کے آواز کو سُنتے ہیں ؛

نزول الہام کا اثر { جس طرح مسمریزم کا عمل کرنے والا اپنی قوّت ارادی سے معمول کے حواسِ ظاہری کو اپنے قابو میں کر کے اسکی قوّت ارادی کو سلب کر دیتا ہے اور اس طرح جو اثر چاہے معمول پر ڈال سکتا ہے۔ اسی طرح مُلہم کے حواسِ ظاہری کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور حکمت سے اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے۔ اور اس پر روحانی انوار نازل کرتا ہے۔ مُلہم کے باطنی حواس تیز ہو جاتے ہیں۔ الہام کے نزول کے بعد ملہم کے حواس ظاہری پھر کام کرنے لگ جاتے ہیں اور وہ الہام کے الفاظ کو لکھ سکتا ہے۔ کچھ وقفہ کے بعد پھر وہی ربودگی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اور الہام نازل ہوتا ہے۔ اسی طرح کئی بار ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مُلہم کے دماغ میں سے بہت سی عصبی طاقت کا انتشار ہو جاتا ہے۔ جسکی وجہ سے ملہم کو سردی لگتی ہے۔ بجلی کے شرارہ کی طرح نزول الہام کا اثر دماغ پر ایسا شدید ہوتا ہے کہ سخت سردی میں بھی مُلہم کو پسینہ آجاتا ہے۔ عصبی طاقت کے خرچ ہو جانے کی وجہ سے دماغی ضعف بھی ہو جاتا ہے۔ پہلی دفعہ جب الہام ہوتا ہے تو مُلہم اللہ تعالیٰ کے کلام کی شان و شوکت جلال اور رُعب کی وجہ سے خوف زدہ ہو جاتا ہے۔ اسکو سخت سردی لگتی ہے۔ لیکن جُوں جُوں وہ اللہ تعالیٰ کے پُر محبّت کلام کو سُنتا ہے تُوں تُوں اُسکو لذّت اور راحت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پہلی دفعہ وحی ہوئی تو حضور خوف زدہ ہو گئے۔ سخت سردی لگی (بوجہ عصبی طاقت کے انتشار کے) حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کو فرمایا مجھے کمبل اُڑھا دو معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے سائی کالجسٹ میکڈانلڈ کو غالباً یہی علامات دیکھ کر اس امر کا خیال پیدا ہُوا تھا کہ حضرت نبی کریم صلعم کو (نعوذ باللہ) مرگی کا مرض تھا۔ اللہ تعالیٰ ان ظاہری علوم کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ماہروں کو بھی اس کوچہ سے آشنا ہونے کی توفیق دے ۔

حضرت اقدس جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو بھی سردی کی عام طور پر شکایت رہا کرتی تھی۔ چنانچہ حضورؑ گرم موسم میں بھی گرم کپڑے زیبِ تن فرماتے تھے۔ اسکی وجہ بھی نزول الہام۔ کثرت دماغی کام وغیرہ کی وجہ سے عصبی کمزوری ہی تھی۔ انبیاء علیہم السّلام کو چونکہ اللہ تعالیٰ خود اس بزرگ مقام اور عالی منصب کے لئے چُنتا ہے۔ اسلئے وہ ان کو خاص دماغی طاقتیں دیکر نازل فرماتا ہے۔ چنانچہ باوجود کثرتِ الہام۔ دماغی محنت۔ معمولی غذا کھانے۔ روحانی ریاضتیں کرنے۔ عبادات اور روزہ وغیرہ رکھنے کے ان میں دماغی نقص پیدا نہیں ہوتا ۔

گو نزول الہام کے لئے اصل شرط پاکیزگی اور صفائیٔ قلب ہے۔ اور اسکے لئے مُلہَم کا دماغی خوبی اور ظاہری علوم سے آراستہ ہونا ضروری نہیں۔ مگر دماغی صحت اسکے لئے لازمی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ قلب کا کام صرف الہام کے اثر کو قبول کرنا ہے۔ آگے اس اثر کا احساس اور اسکا علم دماغ کے ذریعے ہوتا ہے۔ پس قلب خواہ کتنا بھی پاکیزہ اور مطہّر ہو۔ دماغی نقص کی وجہ سے بھی الہام کے سمجھنے میں غلطی لگ سکتی ہے۔ اس کے علاوہ مُلہَم کے دماغی قویٰ کا نہایت مضبوط اور اعلیٰ ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ بار بار نزول الہام سے انتہائی عصبی ضعف ہو کر جنون ہونیکا خطرہ ہوتا ہے۔ عاجز پہلے عرض کر چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے اس قسم کے عوارضات سے محفوظ رہتے ہیں کیونکہ وہ اُنکو انکے مناسبِ حال قویٰ بھی عطا فرماتا ہے ۔

قلب اور دماغ کے افعال

تمام حواسِ ظاہری کا مرجع دماغ ہے۔ اور حواس باطنی کا منبع قلب ہے۔ دل کی حیثیت بادشاہ کی ہے اور دماغ وزیر کی طرح ہے۔ دماغ دلائل اور براہین سے کام لیتا ہے۔ ہر وقت سوچ بچار اور تراش خراش میں لگا رہتا ہے۔ اور اس میں ایک قسم کا تکلّف ہے۔ دل کا کام دیکھنا یا سُننا نہیں نہ ہی اس کا کام سوچنا اور غور کرنا ہے۔ اس میں قُوّتِ حاسّہ ہے۔ فلسفیوں کا خیال کہ سب عمدہ کام دماغ سے وابستہ ہیں غلط ہے۔ انسان کا کمال اس میں ہے کہ روحانی ترقی کرتے کرتے دماغ اسکے قلب کے تابع ہو جائے۔ دماغ سے تو غیر مذاہب والے بھی کام لے رہے ہیں۔ دہریہ اور فلسفی بڑی بڑی ایجادیں کرتے ہیں اور تجارت اور صنعت و حرفت وغیرہ کے متعلّق مفید تجاویز نکالتے ہیں۔ مگر یہ سب دماغی طاقتوں پر منحصر ہے۔ انکا قلبی پاکیزگی کے ساتھ کوئی تعلّق نہیں۔ بلکہ یہ عام قانون طبعی کے ماتحت ہیں جو بھی کوشش کرے ان سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ مُوجدوں کے ذہن میں جو اچانک بعض دفعہ کسی نئی ایجاد کے متعلّق تجاویز آجاتی ہیں۔ وہ بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں ہوتا۔ بلکہ دماغ کے اندر سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ ان کے پچھلے تجربہ اور علوم کے ماتحت کوئی خیال جو نامکمل ہوتا ہے۔ سب کانشس مائینڈ میں محفوظ رہتا ہے۔ جہاں وہ نشوونما پاتا رہتا ہے۔ پھر وہ مکمّل ہوکر کانشس حصّہ میں منتقل ہوجاتا اور احساس پیدا کرتا ہے۔ اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال باہر سے ڈالا گیا ہے۔ پس ذکی اور فہیم لوگوں۔ شاعروں۔ مُوجدوں اور محققوں وغیرہ کے ذہن میں جو عجیب عجیب اور عدیم المثال باتیں آتی ہیں وہ القا نہیں ہوتا۔ بلکہ سب کانشس خیال کی ہی ارتقائی صورت ہوتی ہے؛

الہام کے اثر کو قبول کرنے کی قابلیت صرف قلب میں رکھی گئی ہے۔ اور اسکے لئے ضروری شرط صفائی قلب اور پاکیزگی ہے۔ محض دماغی خوبی سے انسان الہام کو پا نہیں سکتا خواہ وہ جینئس (GENIUS) ہی کیوں نہ ہو۔ ہاں الہام کا احساس (یعنی لفظی الہام کے الفاظ کا سُنائی دینا) دماغ کے ذریعے ہوتا ہے۔ قلب پر الہام کا نزول مادی اسباب مثلاً ایتھر۔ ہوا وغیرہ کے توسّط سے نہیں ہوتا بلکہ اسکے لئے روحانی اسباب کا سلسلہ ہے جس کا نام ملائکہ ہے۔ ✝

قانون قدرت میں اسباب کا توسّط

اس جگہ پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عام لوگوں کی طرح مُلہَم سے بالمشافہ کیوں کلام نہیں کرتا۔ اور کیوں اسکے لئے ملائکہ کا وسیلہ رکھا ہے۔ اسکے متعلّق عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسمانی اور روحانی نظام ایک ہی طریق پر چلایا ہے۔ تاکہ اسکے کاموں میں تناسب اور یک رنگی پائی جائے۔ جو صانع واحد مدبّر بالارادہ پر دلالت کریں۔ اپنی جسمانی تربیت میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسباب کا توسّط پسند فرمایا ہے۔ تاکہ اس طرح انسانوں میں علم اور حکمت پھیلے اور اسکی قدرت کے اسرار ظاہر ہوں۔ مثلاً آنکھ میں ایک نور ہے مگر وہ نور بغیر سورج کی معاونت کے اسکے کام نہیں آتا۔ اسی طرح کان میں اصوات کو سُننے کی ایک مناسبت ہے۔ مگر وہ ہوا کے توسّط کا محتاج ہے۔ پس معلوم ہُوا کہ صرف ہمارے قویٰ ہماری اس مشین کو چلانے کے قابل نہیں۔ اور وہ کسی خارجی ممّد اور معاون کے محتاج ہیں۔ وہ خارجی معاون بلحاظ علّت العلل ہونے کے اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر اسکی یہ سُنّت ہے کہ وہ اسباب کے توسّط سے ہمارے قویٰ پر اثر ڈالتا ہے۔ جسکے لئے اس نے بعض علل متوسّط مثلاً سورج ہوا۔ ایتھر وغیرہ درمیان میں رکھی ہوئی ہیں

✝ حاشیہ۔ الہام کے علاوہ نیکی اور بدی کی تحریک بھی قلب ہی کے ذریعے ہوتی ہے۔ بعض دفعہ بغیر خارجی محرک کے انسان کے دل میں زبردست تحریک نیکی یا بدی کی ہوتی ہے۔ یہ لمّۂ ملکی اور لمّۂ ابلیس کا نتیجہ ہوتا ہے۔ منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح روحانی تربیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بعض روحانی معاون لگائے ہوئے ہیں۔ جو قلب پر الہام نازل کرتے ہیں۔ اور انکا نام ہی ملائک۔ جبرئیل یا رُوح القدس ہے*

رُوح القدس کا نزول ہر ایک پر ہوتا ہے } اللہ تعالیٰ نے انسانی قلب کے اندر الہام کو پانے کی قابلیت رکھدی ہے۔ ہر ایک انسان پاک فطرت اور پاکیزہ قلب لے کر دنیا میں آتا ہے (لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم) اور اسکے اندر ابتداء سے ہی روحانی نور کا کچھ حصہ رکھدیا جاتا ہے۔ جسکی مدد سے وہ اس قابل ہوتا ہے کہ روح القدس یا الہام کو قبول کر سکے۔ اسکا ثبوت یہ ہے کہ بعض دفعہ فاسق۔ فاجر اور دہریہ کو بھی سچی خواب آجاتی ہے اور اسکی غرض یہ ہے۔ کہ انسان صادقوں اور راستبازوں کے الہام پر شک نہ کرے۔ رُوح القدس کا کامل نزول صرف خدا کے مقربوں پر ہوتا ہے۔ دوسرے لوگوں پر اسکا نزول ناقص طور پر ہوتا ہے۔ اور اس میں کوئی بے انصافی نہیں۔ کیونکہ مقرب لوگ پاکیزہ زندگی۔ تعظیم لامر اللہ۔ اور شفقت علیٰ خلق اللہ اور دیگر روحانی ریاضتوں۔ مجاہدات وغیرہ سے اپنے قلب کو آلائش سے پاک کر کے اسکو خوب اچھی طرح صیقل کر چکے اور چمکا چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے انکے قلبی آئینہ سے رُوح القدس کی روشنی زیادہ منعکس ہوتی ہے۔ دوسرے لوگ چونکہ اپنے قلبی آئینہ کو صاف نہیں کرتے۔ اسلئے انکا وہ پیدائشی نور آلائش وغیرہ کی وجہ سے مدھم پڑ جاتا ہے۔ اور قلبی آئینہ دُھندلا ہونے کی وجہ سے رُوح القدس کی روشنی کو منعکس نہیں کرتا۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ سورج سب چیزوں پر یکساں چمکتا ہے۔ مگر بعض چیزیں نہایت چمکدار نظر آتی ہیں اور بعض کا رنگ بہت ہلکا اور پھیکا ہوتا ہے۔ اب اسکی وجہ سورج کی روشنی کے نزول میں کمی بیشی نہیں۔ بلکہ مختلف اشیاء کی سطح کا صاف یا میلا ہونا ہے۔ الہام کی مثال تو وائرلیس (Wireless) پیغام رسانی کے آلہ کی ہے۔ جو بڑے زور سے بجلی کی لہریں فضا میں پیدا کر دیتا ہے۔ اور تمام دنیا کے ریسیورز (Receivers) پر اس پیغام کا اثر پڑتا ہے مگر وہی اسکو قبول کرتے اور اسکو سمجھتے اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں جنہوں نے اثر قبول کرنے والے آلہ کو گرد و غبار سے پاک رکھا ہو۔

اس جگہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر ہر شخص کے ساتھ نیکی کا الہام کرنے والا فرشتہ مقرر ہے تو پھر انسان گناہ کیوں کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابتلاء کے طور پر انسان کے لئے

---

* حاشیہ۔ اکثر مذہبی فرقوں کا عقیدہ ہے کہ الہام کا نزول اب بند ہے۔ مگر یہ عقل کے خلاف ہے۔ اگر وہ پہلے اپنے پیاروں سے کلام کرتا تھا۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اب نہ کرے۔ جماعت احمدیہ اس لحاظ سے سب سے منفرد ہے جو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دو روحانی داعی مقرر کر رکھے ہیں۔ ایک داعی خیر ہے جسکا نام رُوح القدس ہے اور دوسرا داعی شر جسکا نام ابلیس ہے۔ یہ دونو داعی انسان کو نیکی اور بدی کی طرف بلاتے رہتے ہیں۔ مگر جبر نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم میں آتا ہے فالھمھا فجورھا و تقوٰنھا۔ یعنی خدا ہی بدی اور نیکی کا الہام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ علّت العلل ہے اسلئے اسکی طرف ہی نیکی اور بدی کا الہام منسوب کیا گیا ہے۔ ورنہ نہ ہی شیطان میں کوئی ایسی ذاتی طاقت ہے کہ وہ بدی کی طرف بلائے اور نہ ہی رُوح القدس نیکی کا خیال دل میں ڈال سکتا ہے۔ دونو کو اللہ تعالیٰ نے یہ طاقتیں عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ یہ دونو داعی صرف تحریک کرتے اور اشارہ کرتے ہیں۔ جبر سے نیکی بدی کا کام نہیں کرواتے۔ آگے انسان کو قوّت ارادی دے کر اسکی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ ان میں سے جس کی بات چاہے مانے اور ثواب یا عقاب کا مستحق اپنے آپ کو بنائے ؛

دماغ کے مختلف حصّوں کے کام

دماغ کا کام خارجی اثرات کا احساس ہے۔ دماغ ہی درحقیقت دیکھتا، سُنتا، چکھتا، سونگھتا، چھوتا، اور سردی گرمی، دباؤ، درد وغیرہ کو محسوس کرتا ہے۔ مگر بیرونی دنیا کے اثرات کو دماغ تک پہنچانے کے لئے اسکو حواسِ سبعہ کی ضرورت ہے۔ گویا دماغ خارجی اثرات کو براہِ راست محسوس نہیں کر سکتا۔ مثلاً کسی انسان کا مغز، چوٹ وغیرہ کی وجہ سے کھوپری سے باہر نکل آئے اور اسپر روشنی ڈالی جائے تو اسکو روشنی کا احساس نہ ہوگا نہ ہی وہ آواز سُن سکیگا۔ پس احساس کا طریق یہ ہے کہ اوّل روشنی آواز وغیرہ آنکھ یا کان میں داخل ہوتی ہے۔ وہاں سے یہ اثر لطیف عصبی لہر کی صورت میں اعصاب کے ذریعے دماغ تک پہنچتا ہے۔ جس سے روشنی یا اصوات کا احساس ہوتا ہے۔ پس اگر بیرونی اعضاء میں کوئی نقص آجائے۔ یا اُس عضو کا خاص عصب کٹ جائے یا دماغ کا وہ خاص حصّہ جس میں اُس خاص حِس کا احساس ہوتا ہے خراب ہو جائے تو اِن تینوں صورتوں میں انسان مثلاً اندھا یا بہرا وغیرہ ہو سکتا ہے ؛

دماغ کے مختلف مرکز ہیں جو حواسِ سبعہ کے مطابق کانشس مائینڈ میں تقسیم کیئے ہوئے ہیں چنانچہ بڑے بڑے حواس کے مرکز یہ ہیں۔ قوّت باصرہ۔ قوّت سامعہ۔ قوّت شامہ۔ قوّت ذائقہ۔ قوّت لامسہ۔ قوّت فاعلیہ۔ قوّت حاسّہ (یعنی سردی گرمی کی حِس) پھر ان مرکزوں کے درمیان ایک مرکز کو دوسرے مرکز سے ملانے والے اعصاب ہیں۔ جنکو ایسوسی ایشنل اعصاب کہتے ہیں۔ جن کے ذریعے سے ایک حِس کا اثر دوسری پر بھی ہوتا ہے۔ مثلاً میز پر ایک رنگترا پڑا ہو تو ہم کو آنکھ کے ذریعے اسکی شکل اور رنگت وغیرہ کا احساس ہوگا۔ مگر ان ایسوسی ایشنل اعصاب کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ذریعے ہم اس میوہ کے ذائقہ اسکی کھٹاس وغیرہ کی ذہنی لذّت بھی اُٹھا لیتے ہیں *

احساس کے دو طریق احساس کے دو طریق ہیں۔ ایک براہِ راست جو حواسِ ظاہری اور اعصاب کے ذریعے ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ ایک اور طریق بھی ہے جو اسکے اُلٹ ہے یعنی اندر سے باہر کی طرف احساس کی رَو چلتی ہے۔ عام طور پر احساس کی لہر باہر (حواس سبعہ) سے اندر (دماغ) کی طرف چلتی ہے۔ مگر بعض دفعہ اگر مثلاً دماغ (مائینڈ) کا حواس پر قبضہ ہو جائے تو بھی احساس ہونے لگ جاتا ہے چنانچہ اسی طریق سے مجانین کو فرضی نظارے دکھائی دیتے اور فرضی آوازیں سُنائی دیتی ہیں۔ اسکے متعلق تجربہ بھی کیا گیا ہے کہ اگر مثلاً بندر کی بصارت کے مرکز کو جو دماغ کے پچھلی طرف ہوتا ہے۔ بجلی کی رَو سے تحریک کی جائے تو بندر کی آنکھیں ایسی حرکات کرتی ہیں جیسی تیز روشنی میں کی جاتی ہیں۔ اسی طرح سماعت۔ ذائقہ۔ شامہ وغیرہ طاقتوں کے مرکزوں کو تحریک کر کے دیکھا گیا ہے کہ اس طریق سے بھی احساس ہو سکتا ہے۔ چنانچہ خواب میں جو نظارے ہم کو نظر آتے ہیں وہ بھی اسی اصول پر مبنی ہیں۔ نیند کی حالت میں جب حواس ظاہری معطّل ہو جاتے ہیں اور قوّت ارادی کمزور ہو جاتی ہے اسوقت واہمہ کا قبضہ دماغ پر ہو جاتا ہے اور وہ انسان کو مختلف نظارے دکھاتی ہے۔ بعض دفعہ یہ نظارے بدہضمی یا مرض کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اور اکثر دفعہ ان میں اُن خواہشات کا دخل ہوتا ہے جو دن کو پوری نہ ہوئی ہوں۔

ان کے علاوہ ایک اور قسم بھی خواب اور رؤیا کی ہے جو ان سے الگ اور ممتاز ہے۔ جس میں طبعی اسباب۔ بیماری۔ خواہشات وغیرہ کا قطعاً دخل نہیں ہوتا۔ اور وہ صُلحاء کی رحمانی خوابیں ہیں بعض دفعہ شدید بخار کے ہذیان۔ افیم۔ بھنگ اور چشیش کے نشہ دھتورا اور بیلاڈونا کے زہر وغیرہ میں بھی قوتِ واہمہ تیز ہو کر حواس پر قبضہ کر لیتی ہے اور انسان کو عجیب عجیب نظارے دکھاتی ہے۔ مجانین کے متعلق ابھی تک یہ دریافت نہیں ہو سکا کہ ان کی اس خاص دماغی حالت کا حقیقی سبب کیا ہوتا ہے۔ مگر اتنا ضرور تسلیم کیا گیا ہے کہ ان بھی جسمانی حالت کا ضرور دخل ہے یعنی انکی جسمانی حالت کے نقص کی وجہ سے (مثلاً پُرانی قبض سے امعاء کے زہر کا خون میں جذب ہو ہو کر اعصاب پر اثر ڈالنا وغیرہ) مائینڈ کا حواس پر قبضہ ہو جاتا ہے۔ اور حواس سبعہ کے مختلف مرکزوں کو ان زہروں کی وجہ سے تحریک ہو کر مجنون کو نظارے نظر آتے ہیں۔ اور آوازیں سُنائی دیتی ہیں۔

اوپر کی تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ مجانین کو فرضی نظارے نظر آنے کا جو طریق ہے اسی طریق سے الہام میں آواز اور کشوف میں نظارے دکھائے جاتے ہیں۔ تو پھر ان دونو میں تمیز کس طرح کی جائے۔ اور کس طرح معلوم کیا جائے کہ مدعیٔ الہام جو ہے اسکو جنون نہیں۔ جبکہ دونو کو ایسی آوازیں آتی ہیں اور ایسے نظارے نظر آتے ہیں جنکا خارج میں وجود نہیں ہوتا۔ پس ہم کس طرح معلوم کریں کہ ایک کو محض وہم ہے یا مجنون ہے اور دوسرا اللہ کا مقرب ہے اور اسکو القاء والہام ہوتا ہے * (باقی آئندہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پیشگوئیوں کے اُصول

اگر ہمارے مخالفین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں اور حضورؑ کی وحی الہام پر اعتراض کرتے وقت مندرجہ ذیل اصولوں کو مدِ نظر رکھیں تو بہت حد تک ان کے راہ راست پر آنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ واللّٰہ یھدی من یشآء الی صراطٍ مستقیم ؛

(۱) قرآن مجید اور صحفِ سابقہ پر نظر عمیق ڈالنے اور غور و تدبّر کرنے سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا میں محض ایک ہی مقصد لیکر آتے ہیں اور ان کی بعثت کی صرف ایک ہی غرض ہوتی ہے اور وہ یہ کہ تا وہ لوگ جو خدا سے دُور جا پڑے ہیں، جن کے دلوں سے محبّتِ الٰہی کم ہو چکی ہے اور وہ جو شیطان کے پنجے میں گرفتار ہو چکے ہیں ان کو دربار ایزدی میں حاضر کیا جائے اور ان کو جو گناہوں اور بدیوں کے سیلاب میں بہے چلے جا رہے ہیں، سلامتی کے کنارے پر پہنچایا جائے۔ اور وہ جو دشوار گذار گھاٹیوں اور ناپیدا کنار جنگلات میں اِدھر اُدھر بھٹک رہے ہیں۔ انہیں صراط مستقیم پر گامزن کیا جائے۔ اور تا خدا کا نام دنیا میں بلند ہو اور بجائے ضلالت و کفر کی خاردار جھاڑیوں کے، ایمان اور تقویٰ کے مضبوط اور خوشنما و مثمر پودے لگائے جائیں ؛

کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو گمراہی میں رکھنا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ جب کبھی بھی فسق و فجور اور شرک اور بدعت دنیا میں پھیل جاتے ہیں اور خدا کا جلال اور اسکا خوف دلوں سے اُٹھ جاتا ہے۔ اور ایک ایسا اندھیرا دنیا پر چھا جاتا ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ کا روشن اور منوّر چہرہ اور آفتابِ صداقت چھپ جاتا ہے تو فوراً خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہادی اور رہنما مبعوث کیا جاتا ہے جو بجائے شیطان رجیم کی حکومت کے خدائے رحیم کی سلطنت کو قائم کر دیتا ہے۔ پس اصل غرض کسی نبی کی بعثت کی یہی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی اصلاح کرے۔ ہاں جب انکی اس غرض میں بعض شیطانی ارواح روک ڈالتے ہیں۔ اور وہ بجائے اصلاح کے فساد کرنا چاہتے ہیں تو ایسی صورت میں مصلحت الٰہی تقاضا کرتی ہے کہ اس گندے اور بیمار عضو کو کاٹ پھینکا جائے۔ تا ایسا نہ ہو کہ باقی جسم بھی تباہ و برباد ہو جائے۔ پس خدا تعالیٰ کی تقدیر اس مردود کی ہلاکت اور بیخکنی کا فیصلہ کر دیتی ہے لیکن اس لئے کہ تا یہ ایک اور نشان اس موجود الوقت مامور کی سچائی پر قائم ہو خدا تعالیٰ اس نبی کے ذریعے سے اس فیصلے کا اعلان کروا دیتا ہے مگر یہ تب ہوتا ہے جب ہلاک ہونے والا شخص حد درجے کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بے باکی اور شوخی و شرارت میں مبتلا ہو - اور جو منشاء و ارادہ اس وقت خدا تعالیٰ کا ہوتا ہے - کہ جسکے پورا کرنے کے لئے اس نے اپنے کسی برگزیدہ کو کھڑا کیا ہوتا ہے وہ اسکے خلاف نہ صرف یہ کہ اپنی اصلاح نہ کرے بلکہ لوگوں کو بھی راہ راست پر آنے سے بصد حیلہ و مکر روکے - پس وہ رحیم کریم خدا جو اپنے بندوں کو ضلالت میں دیکھنا پسند نہیں کرتا اس روک کو اٹھا دینے اور اس پلید اور گندے عضو کو کاٹ دینے ہی میں مصلحت دیکھتا ہے - ٹھیک اسی طرح جسطرح کہ مالی اپنے باغ میں سے خاردار اور تکلیف دہ پودوں کو کہ جو مفید اور کار آمد پودوں کے بڑھنے اور ان کی پرورش میں روک ہوں کاٹتا رہتا ہے اور بذریعہ نبیٔ وقت کے اسکی موت یا ہلاکت کے اعلان کرنے میں ایک پوشیدہ اور مخفی طور پر خدا تعالےٰ کا رحم اور اسکی شفقت بھی جھلک مار رہی ہوتی ہے - اور وہ یہ کہ اگر وہ بے باک انسان اس خبر کو سنکر اپنی بے باکیوں اور شرارتوں سے باز آجائے تو خدا تعالیٰ اپنے ارادۂ ہلاکت کو ملتوی کر دیگا ؞

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام اسلئے نہ آئے تھے کہ فرعون کو مع اسکے لشکرِ عظیم کے غرق کیا جائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اسلئے مبعوث نہ ہوئے تھے کہ نمرود و شداد کو نیست و نابود کیا جائے اور سب سے آخر میں ہمارے سید و آقا رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے اسلئے نہ بھیجا تھا کہ وہ ابوجہل - عتبہ، شیبہ اور ابولہب وغیرہ کو دردناک عذاب میں گرفتار کرکے خوش ہونا چاہتا تھا - بلکہ یہ تمام راستباز اور مقدس سراسر لوگوں کی بھلائی اور بہبودی ہی کے لئے مبعوث کیئے گئے تھے اور یہ خدا کی ایک مجسم رحمت تھے - مگر بدبختوں نے آپ اپنی ہلاکت کے سامان پیدا کیئے اور خدا کے غضب اور اسکی ناراضگی جیسی بھسم کر دینے والی آگ کو اپنے ہاتھوں سے بھڑکایا - کیونکہ وہ خدا کی منشاء میں روک بنے اور اس کا مقابلہ کیا تب ان کی ہلاکت کو ضروری سمجھا گیا تا دوسروں کے لئے عبرت کا باعث ہوں - ٹھیک اسی طرح امام آخر الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی دنیا کو خدا کی نافرمانیوں اور حکم عدولیوں کے طوفان سے بچانے کے لئے مجسم کشتئ نوح بن کر آئے - مگر آہ! دنیا نے آپکے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو ہمیشہ سے خدا کے برگزیدوں کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے سو ایسا ہی ہوا کہ جو لوگ اس پیغام صلح کے خلاف کھڑے ہوئے جسکو مسیح موعودؑ خدا کی طرف سے لائے تھے ان کو اسی گھاٹ پر اترنا پڑا - جس پر پہلے منکرین و معاندین اترے تھے ؞

مگر وہ رحم کا مجسم ان کی ہلاکت کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتا بلکہ کڑھتا ہے اور دل میں ایک سوز اور درد محسوس کرتا ہے، فرماتا ہے ؎

ہائے میری قوم نے تکذیب کر کے کیا لیا ؞ زلزلوں سے ہو گئے صدہا مساکن مثلِ غار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲) یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ دنیا میں جو دارالعمل ہے لوگوں پر عذاب اور تباہی اسلئے نہیں آتی، کہ وہ نبیوں کا انکار کر دیتے ہیں بلکہ عذاب کا باعث ان کی وہ شرارتیں اور شوخیاں ہوتی ہیں جو صداقت کو مٹانے کے لئے ان سے ظہور میں آتی ہیں۔ اور وہ حد سے بڑھا ہوا عناد اور ناجائز رویہ ہوتا ہے جو وہ انبیاء علیہم السلام کے خلاف استعمال کرتے ہیں *

اور اس میں بھی سراسر انکی بھلائی ہی مدِّ نظر ہوتی ہے۔ صرف انکی تخویف و ترہیب کے لئے اللہ تعالیٰ سزا نازل کرتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ:۔

وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالبأساء والضراء لعلھم یضّرعون (اعراف ع ۱۲) وقال ایضاً وما نرسل بالآیات الا تخویفاً (بنی اسرائیل ع ۶) نیز فرمایا واخذناھم بالعذاب لعلھم یرجعون *

(۳) چونکہ اصل غرض نبی کی بعثت کی کسی کو ہلاک کرنا یا کسی کی موت و تباہی کی پیشگوئی کرنا نہیں ہوتی۔ بلکہ محض اصلاح خلق اللہ ان کا مقصد ہوتا ہے اسلئے اگر وہ شخص جسکی نسبت کوئی انذاری خبر دی گئی اور ہلاکت کی پیشین گوئی کی گئی تھی۔ اپنی اصلاح کرلے یعنی وہ جو خدا کے منشاء کے پورا ہونے میں روک بنا ہوا تھا اور لوگوں کی گمراہی کا موجب و باعث ہو رہا تھا، اس سے باز آجائے مثلاً اگر وہ ہاتھ سے لوگوں کو ہدایت کی طرف آنے سے منع کرتا تھا تو اپنے ہاتھ کو روک لے۔ اور اگر زبان سے خدا کے غضب کو بھڑکا رہا تھا تو اسکو بند کرلے یا مثلاً وہ کسی ایسے طریق پر گامزن ہو جائے کہ اسکے زندہ رکھنے میں لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہو۔ یعنی اسکی حیات سے نبیؑ وقت کی صداقت ظاہر ہوتی ہو تو تمام ایسی صورتوں میں اسکو موعود عذاب سے بچا لیا جاتا ہے کیونکہ خواہ مخواہ اسکی موت یا ہلاکت اصل مقصود نہ تھی بلکہ اصل غرض تو اسکی اپنی اصلاح یا دوسرے لوگوں کی ہدایت تھی پس جب یہ غرض بغیر اسے عذاب میں مبتلا کرنے کے حاصل ہو سکتی ہو تو خدا تعالیٰ کا رحم وسیع تقاضا کرتا ہے اور اسکی رحمتِ عامہ سفارش کرتی ہے کہ اسے رہا کر دیا جائے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون (انفال ع ۴) *

(۴) اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے تخلفِ عہد کا الزام ذات باری تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وعید کی خبر کا منسوخ و محو کر دینا یا معرضِ التوا میں ڈالدینا درانحالیکہ اصل غرض بغیر اسکو پورا کرنے یعنی سزا دینے کے حاصل ہو سکتی ہو اعلیٰ اخلاق میں سے سمجھا گیا ہے نہ کہ وعدہ خلافی۔ مثلاً ایک آقا اپنے نوکر کے کسی فعل قبیح کی وجہ سے ناراض ہو کر اگر یہ کہے کہ میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تمھیں سزا دونگا- اور نوکر بوجہ اپنے عمل بد پر نادم و پشیمان ہو کر اپنے آقا کے حضور تذلل و تواضع کی حالت میں معافی کا خواستگار ہو تو کون عقلمند کہہ سکتا ہے کہ آقا کا اپنے نوکر کو ایسی حالت میں معاف کر دینا اور اپنے قول سے رجوع کر لینا اسکو وعدہ خلافی جیسے مکروہ فعل کا مرتکب بنادیگا ہرگز نہیں بلکہ ایک رحم کا مادہ رکھنے والا انسان اس آقا کو قسی القلب غلیظ القلب کے نام سے موسوم کریگا جو اپنے خادم کی ندامت و پشیمانی کے ہوتے ہوئے اور اسکی حالت زار کو دیکھتے ہوئے بھی سزا ہی دینے پر ضد کرے. چنانچہ

(۱) تفسیر روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ مصری میں لکھا ہے ا- وھذا کما یقول الانسان لمن یزجرہ عن امرٍ ان فعلتہ فجزاءک القتل والضرب ثم ان لم یجازہ لم یکن ذالک منہ کذباً- والاصل فی ھذا علےٰ ما قال الواحدی ان اللہ عزوجل یجوز ان یخلف الوعید وان امتنع ان یخلف الوعد وبھذا وردت السنۃ- ففی حدیثِ انسؓ ان النبی صلعم قال من وعدہ اللہ علےٰ عملہ ثواباً فھو منجزہ لہ ومن اوعدہ علےٰ عملہ عقاباً فھو بالخیار ومن ادعیۃ الائمۃ الصادقین رضی اللہ عنھم یا من اذا وعد. وفا واذا توعد عفا- وقد افتخرت العرب بخلفِ الوعید ولم تعدہ نقصاً کما یدل علیہ قولہ؎

وانی اذا اوعدتہ او وعدتہ ✽ لمخلف ایعادی ومنجز موعدی

ترجمہ:- اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص کسی کو دھمکی دے کہ اگر تُو نے فلاں کام کیا تو تیری سزا قتل ہے- پھر اگر وہ اپنا یہ وعدہ (سزا کا) پورا نہ کرے تو اس کا نام جھوٹ نہیں ہوگا- اور خدا تعالےٰ کی وعیدی خبروں میں اصل وہ ہے جسکو علامہ واحدی نے بیان کیا ہے. یعنی یہ کہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعید میں تخلف کرے اگرچہ وعدے میں تخلف ممتنع ہے- اور احادیث سے بھی یہی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی سے ثواب کا وعدہ کرے تو وہ اسکو ضرور پورا کرتا ہے لیکن عذاب کے وعید کی صورت میں وہ اختیار رکھتا ہے کہ اگر چاہے تو معاف ہی کر دے اور وعدے کے مطابق سزا نہ دے- چنانچہ آئمہ صادقین کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے کہ اے وہ ذات جو اپنے وعدہ کو تو پورا کرتی ہے مگر اپنے وعید سے درگزر کرنیوالی ہے اور اہل عرب بھی تخلف وعید کو مستحسن اور قابل تعریف سمجھتے ہیں چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے- کہ جب میں وعید کرتا ہوں تو اس میں تخلف کرتا ہوں- اور وعدہ کرتا ہوں تو اسے پورا کرتا ہوں" وقال الشاعر ایضاً؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اذا وعد السراء انجز وعدہٗ ؛ وان اوعد الضراء فالعفو مانعہٗ

یعنی جب وہ کسی انعام کا وعدہ کرتا ہے تو اسکو پورا کرتا ہے اور جب ضرر رسانی کی دھمکی دیتا ہے تو عفو اسکے کرنے سے روک لیتا ہے ؛

(۲) اسی طرح تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۰۹ پر لکھا ہے کہ ابو عمرو بن علاء نے عمرو بن عبید سے اصحاب کبائر کی نسبت اس کا عقیدہ دریافت کیا تو اس نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ اور وعید دونوں کیئے ہیں پس وہ دونوں کو پورا کریگا۔ تو ابو عمرو بن علاء نے کہا۔ تم تو جاہل ہو کیا تمھیں خبر نہیں کہ عرب عدۃ خلافی کو بخل و کمینگی اور وعید کے خلاف کو کرم و احسان جانتے ہیں فانشد۔ استشہاداً

وانی وان اوعدتہ اووعدتہ ؛ لمکذب ابعادی ومنجز موعدی

ومعنی ھذا الشعر مضی آنفاً

اس پر عمرو بن عبید نے اعتراض کیا کہ پھر تو خدا تعالیٰ نے خود اپنا نام مکذب نفسہ رکھ لیا. اس کا جواب وہ نہ دے سکے ؛

اس پر امام فخر الدین رازی محاکمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسکو یہ جواب دینا چاہیئے تھا کہ تم نے وعید کو وعدے پر ہی قیاس کر لیا ہے حالانکہ میں نے یہ جو ذکر کیا ہے تو ان میں فرق کرنے کے لئے کیا ہے۔ اور یہ اس طرح ہے کہ وعدہ اللہ تعالیٰ پر حق ہوتا ہے اور وعید اسکا اپنا حق ہوتا ہے اور جو اپنا حق چھوڑ دے۔ تو وہ سخی و کریم سمجھا جاتا ہے مگر دوسرے کا حق ساقط کر دینا یہ کمینگی ہے پس وعدہ اور وعید میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اور تمھارا یہ کہنا کہ وعید کو اگر اللہ تعالیٰ پورا نہ کرے تو کاذب اور اپنی ذات کا مکذب ٹھیرتا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ یہ تب لازم آتا جب وعید بغیر شرط کے ہوتی مگر وعید بغیر شرط کے ہوتا ہی نہیں ؛

(۵) وعید کی پیشگوئیاں یا تو از قبیل انشاء ہوتی ہیں اور یا از قبیل خبر۔ کہ اسکے ساتھ بعض شروط محذوف ہوتی ہیں۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔ والقائلین بالعفو عن بعض المتوعدین منھم من زعم ان اٰیاتِ الوعید انشاءٌ ومنھم من قال انھا اخبارٌ۔ الا ان ھناک شرطاً محذوفاً للترھیب (روح المعانی جلد ۲ صفحہ ۱۵۵) یعنی بعض متوعدین سے عفو کے قائل دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو کہتے ہیں کہ در اصل تمام وعیدی پیشگوئیاں انشاء ہوتی ہیں دوسرے وہ جو کہتے ہیں وہ ہوتی تو اخبار ہیں مگر ان میں کوئی شرط محذوف ہوتی ہے۔ اور غرض ترہیب و خوف دلانا ہوتی ہے (وما نرسل بالاٰیاتِ الا تخویفاً)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔ کہ :۔ "میرے نزدیک تمام وعیدی پیشگوئیاں عدم عفو کی شرط کے ساتھ مشروط ہوتی ہیں"۔ عندی جمیع الوعیدات مشروطۃ بعدم العفوِ (تفسیر امام رازی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۶۰۹)

(۶) تمام وعیدی خبریں مقید بالشروط ہوتی ہیں خواہ لفظاً ان شرائط کا ذکر نہ بھی کیا جائے۔ جیسا کہ روح المعانی کے گذشتہ حوالے سے ظاہر ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب کی جلد ۴ کے صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے :۔

آیات الوعید وان وردت مطلقۃً لکنھا مقیدۃ حذف قیدھا لمزید التخویف یعنی وعیدی پیشگوئیاں اگرچہ مطلق ہی وارد ہوتی ہوں مگر وہ حقیقت میں مقید ہی ہوتی ہیں اور قید کو مزید تخویف کے لئے حذف کیا ہوتا ہے +

(۷) بعض صاحب الہام اپنے الہام اور وحی کے ایک معنی سمجھتا ہے مگر خدا کے نزدیک اسکے معنی کچھ اور ہوتے ہیں۔ مثلاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

(۱) رأیتُ فی المنام انی اھاجر من مکۃ الیٰ ارضٍ بھا نخل فذھب وھلی الیٰ انھا الیمامۃ او ھجر فاذا ھی المدینۃ یثرب (مسلم جلد ۲ کتاب الرؤیا و بخاری جلد ۲ کتاب التوحید باب ہجرۃ النبی صلعم) کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسے شہر کی طرف ہجرت کرتا ہوں جس میں کھجوریں ہیں اس پر میرا گمان اور خیال یہ ہوا کہ وہ یمامہ یا مقام ہجر ہے مگر دراصل وہ شہر یثرب نکلا +

(۲) حضرت نوح علیہ السّلام کو وحی ہوئی۔ احمل فیھا من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیہ القول ومن اٰمن (سورۃ ہود ع ۴) جس کا مطلب یہ ہے کہ تیرے تمام اہل اور وہ جو تجھ پر ایمان لائے ہیں غرق سے بچائے جائینگے۔ جب ان کا بیٹا غرق ہوگیا۔ تو خدا سے عرض کی۔ رب انّ ابنی من اھلی وان وعدک الحق اے میرے رب میرا بیٹا تو میرے اہل میں سے تھا اور تیرا وعدہ تھا کہ تیرے اہل کو بچاؤنگا تو یہ میرے اہل میں سے ہونے کے باوجود کیوں غرق ہوگیا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا انہ لیس من اھلک کہ وہ تیرے اہل میں سے نہ تھا کیونکہ اسکے عمل صالح نہ تھے +

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے لفظ اہل کا ایک ایسا مفہوم سمجھا جو خدا کے نزدیک صحیح نہ تھا +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۳) تیسری مثال حضرت یونسؑ کی ہے کہ وہ اپنی قوم کی ہلاکت کی پیشگوئی کو تقدیر مبرم کی طرح اٹل اور قطعی سمجھتے رہے اور نہ جان سکے۔ کہ اس میں مخفی طور پر کوئی شرط بھی ہے۔ وذاالنون اذ ذھب مغاضبًا فظن ان لن نقدر علیہ (پ ۱۷ ع ۶) اس لئے جب قوم کی تضرع و عاجزی سے عذاب ٹل گیا۔ فقال یونس عند ذالک لا ارجع الیھم کذابًا ابدًا (درمنثور جلدہ صفحہ ۲۸۶)

پس حضرت یونسؑ نے اسوقت کہا کہ میں جھوٹا ہوکر ان کی طرف کبھی لوٹ کر نہ جاؤنگا" تفسیر ترجمان القرآن مصنفہ مولٰنا صدیق حسن خاں مرحوم تفسیر سورہ صافات اور اسی تفسیر جلدہ صفحہ ۱ پر حضرت یونسؑ کا یہ قول درج ہے کہ "انہوں نے کہا میں پھر پاس اُس قوم کے نہ جاؤنگا جن سے میں نے جھوٹ کہا"

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ اپنی پیشگوئی کو قطعی سمجھتے تھے ورنہ یہ نہ فرماتے کہ "اللہ نے مجھ کو جھوٹا کیا" تفسیر مذکور جلد ۷ صفحہ ۶۸۷

اور نہ قوم کی طرف جانے سے جھجکتے بلکہ انہیں صاف کہتے کہ میں نے تو یہ خبر تمہیں شرطی طور پر سُنائی تھی پس تم نے شرط کو پورا کر دیا اسلئے تم سے عذاب ٹل گیا +

(۸) بعض الہامات اور وحی کے ۔۔۔ معنی سمجھنے میں خود مُلہم پہلے تو حیران رہتا ہے مگر اسکی زندگی میں اسکے اصل معنی کُھل جاتے ہیں چنانچہ لکھا ہے :-

سیوطی در جمع الجوامع حدیثے آرد کہ یکبارے آنحضرت صلعم در خواب بود آمد خوشۂ از انگور یا از خرما در دست وی داند و گفتند کہ ایں خوشہ از ابی جہل است حضرتؐ فرمودہ ابوجہل را با جنّت چہ نسبت تاویل اینش بر آنحضرت صلعم بالفعل ظاہر نہ کردند حیرتے در کار بود و چونکہ در فتح مکہ عکرمہ بن ابی جہل در ربقۂ اسلام در آمد معلوم شد کہ تعبیر آں خواب ایں بود (مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۳۶۴ مصنفہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی) = کہ حضرت سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جمع الجوامع میں ایک حدیث لائے ہیں کہ آنحضرت صلعم کو خواب میں ابوجہل کی جانب سے ایک خوشہ انگور یا کھجور کا دیا گیا آنحضرت صلعم فرمانے لگے کہ ابوجہل کو جنت سے کیا نسبت؟ بہر حال اسکی تاویل آپؐ پر ظاہر نہ ہوئی اور آپؐ بڑی حیرت میں رہے تا آنکہ عکرمہ بن ابوجہل فتح مکہ میں مسلمان ہُوا تو اسوقت آپکو معلوم ہُوا کہ اُس خواب کی یہ تعبیر تھی"

(۹) بعض الہامات اور وحی کے پورا ہونے کا وقت صاحبِ الہام مقرر کرتا ہے مگر اس مقرر کردہ وقت پر وہ وحی پوری نہیں ہوتی۔ بلکہ علمِ الٰہی میں اسکے ظہور کا جو وقت ہوتا ہے اسپر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جا کر پوری ہوتی ہے۔ جیسا کہ سورہ فتح میں فرمایا۔ لقد صدق اللہ رسولہ الرؤیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء اللہ امنین۔

اس کا مفصل ذکر کتب صحاح اور تفاسیر میں موجود ہے کہ یہ رؤیا دیکھنے کے بعد آنحضرت صلعم بعزم طواف خانہ کعبہ کی طرف مع چودہ پندرہ سو صحابیوں کے روانہ ہو گئے۔ جس سے صاف معلوم ہوا۔ کہ آپؐ اس رؤیا کے پورا ہونے کا وقت وہی سال رواں ہی سمجھتے تھے ورنہ اسوقت روانہ ہونے کے کیا معنی؟ مگر جیسا کہ واقعات گواہ ہیں یہ رؤیا خود مقرر کردہ وقت پر پورا نہ ہوا۔ یعنی آپؐ کو اس سال بغیر عمرہ کیئے واپس آنا پڑا +

(۱۰) بعض خبریں جو مُلہم کو دی جاتی ہیں ان کی حقیقت خود اس سے بھی ساری عمر مخفی بطور راز سربستہ ہی رہتی ہے اور صاحب الہام کی وفات کے بعد اور عندالوقوع دوسروں پر منکشف ہوتی ہے۔ مثلاً لکھا ہے۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان بعض ازواج النبی صلعم قلن للنبی صلعم اینا اسرع بک لحوقاً قال اطولکن یداً فکانت سودۃ اطولھن یداً فعلمنا بعد انما کانت طول یدھا الصدقۃ وکانت اسرعنا لحوقاً بہ زینب وکانت تحب الصدقۃ (بخاری جلد اول کتاب الزکوٰۃ و مسند امام احمد جلد ۶) یعنی آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات نے آپؐ سے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم میں سے آپؐ کو کون پہلے ملیگی۔ فرمایا، جسکے ہاتھ سب سے لمبے ہیں پس انہوں نے ہاتھ ماپنے شروع کیئے تو حضرت سودہؓ کے ہاتھ لمبے نکلے، مگر فوت پہلے حضرت زینبؓ ہوئیں۔ تب جا کر معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے مراد سخاوت تھی +

اس پر علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ لان نسوۃ النبی صلعم حملن طول الید علی الحقیقۃ فلم ینکر علیھن کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی انہوں نے ہاتھ ناپے مگر حضورؐ نے منع نہ فرمایا (فتح الباری جلد ۳ صہ ۲۲۹ مصری)

جس سے ظاہر ہے کہ حضور صلعم پر "طول ید" کی مراد منکشف نہ تھی۔ ورنہ حضورؐ فرما دیتے کہ ماپتی کیوں ہو "طول ید" سے مراد ہاتھ کی ظاہری لمبائی نہیں بلکہ سخاوت ہے +

(۱۱) بعض الہام اور خبریں مشروط بشرائط ہوتی ہیں اگرچہ وحی الٰہی میں شرط مذکور نہ بھی ہو یا یہ کہ وہ حقیقت میں تو قابلِ محو ہوتی ہیں مگر صاحبِ وحی کو اسوقت اس امر کی اطلاع نہیں ہوتی اسلیئے ایسی وحی یا الہام کا وقوع ضروری نہیں (یاد رہے کہ تمام وعیدی اور انذاری خبروں کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وقوع ضروری نہیں (یاد رہے کہ تمام وعیدی اور انذاری خبروں کا یہی حال ہوتا ہے) چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

بائید دانست کہ اگر پرسند سبب چیست کہ در بعضے از کشوف کونی از اولیاء اللہ صادر میگردد غلط واقع میشود و خلاف آں بظہور مے آئید...... الخ یعنی معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر یہ سوال کریں کہ بعض دنیاوی کشوف اولیاء اللہ میں غلطی کیوں واقع ہو جاتی ہے اور انکا خلاف کیوں ظہور میں آتا ہے۔ مثلاً خبر دی کہ فلاں شخص ایک ماہ تک مر جائیگا یا سفر سے وطن کو لوٹ آئیگا۔ اور اتفاقاً ان ہر دو باتوں میں سے ایک بھی ظاہر نہ ہوئی۔ تو اسکے جواب میں ہم کہینگے کہ اس مکشوف کا حصول اور مخبرعنہ کا وجود مشروط بشرائط تھا مگر صاحب کشف اسوقت ان شرائط کی تفصیل پر مطلع نہیں ہوا۔ اور مطلقاً اس شے کے حصول کا حکم دے دیا یا ہم یہ کہینگے کہ احکام لوح محفوظ میں سے کوئی حکم عارف پر ظاہر ہوا۔ اور وہ حکم فی نفسہٖ قابل محو و اثبات تھا اور از قبیلِ قضائے مطلق نہیں مگر اس عارف کو اس کی تعلیق کی قابلیت محو کی اطلاع ہوئی۔ اس صورت میں بمقتضا اپنے علم کے اگر حکم کیا جائے۔ تو ضروری حکم تخلف کا رکھتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک روز جبرئیلؑ نے حضرت رسول کریم صلعم کو خبر دی کہ فلاں جوان علی الصبح مر جائیگا۔ حضورؐ کو اس جوان پر رحم آیا اسکو فرمایا تم کو دنیا میں کس چیز کی خواہش ہے؟ کہا ایک منکوحہ بکری کی دوسرے حلوے کی۔

آپؐ نے حکم دیا تو وہ دو نو چیزیں اسکے لئے مہیّا کی گئیں وہ جوان شب کو اپنی اہلیہ کے پاس خلوت میں بیٹھا تھا اور حلوہ بھی اسکے سامنے تھا اتفاقاً ایک سائل آ گیا۔ اس نے وہ طبق حلوے کا اُٹھا کر اس فقیر کو دیدیا۔ جب صبح ہوئی آنحضورؐ کو انتظار تھا جب دیر ہو گئی تو خبر منگوائی۔ اور معلوم ہوا کہ وہ صحیح و سلامت ہے آپؐ بڑے متحیر ہوئے اسی اثناء میں حضرت جبرئیل آ گئے اور کہا کہ حلوے کو صدقہ کر دینے کی وجہ سے اسکی موت ٹل گئی ہے۔" (مکتوبات جلد اوّل مکتوب نمبر ۲۷)

(۱۲) بعض دفعہ خدا تعالیٰ اپنے مقرّبین سے ایک بات کا وعدہ کرتا ہے مگر دنیا میں اس کا ایفاء نہیں کرتا بلکہ آخرۃ میں کسی دوسرے عوض کے ساتھ اسکو پورا کرتا ہے جیسا کہ حضرت پیر عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- از یل الشیئُ واعدم وصُرفتَ عنہ فلم تعطہ فی الدنیا وعُوّضتَ عنہ فی الاُخریٰ یعنی اے مقرب بندے! ایک مقام پر پہنچ کر تیرا خدا سے یہ معاملہ ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ وہ موعود چیز دنیا میں تجھ کو نہیں دیتا ہاں آخرۃ میں اس کا عوض دیکر تجھے راضی کرتا ہے"

(فتوح الغیب مقالہ ۱۹)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۱۳) انذاری پیشگوئیاں یعنی وہ خبریں جن میں کسی فرد یا قوم کی ہلاکت اور عذاب کی اطلاع دی جاتی ہے مخبر عنہ کے توبہ و استغفار، ندامت و پشیمانی اور رجوع الی اللہ سے ٹل جاتی ہیں اور ان کا وقوع نہیں ہوتا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے مفہوم ہوتا ہے:-

(۱) وما کان ربک لیھلک القریٰ بظلم واھلھا مصلحون (ہود ع ۱)
یعنی خدا کسی بستی کو کبھی ہلاک نہیں کرتا درانحالیکہ اسکے رہنے والے نیک کردار اور صالح ہوں۔

(۲) وما کنا مھلکی القریٰ الا واھلھا ظالمون (قصص ع ۶)
کہ ہم ہرگز بستیوں کو ہلاکت میں نہیں ڈالتے جب تک وہاں کے لوگ ظالم نہ ہوں۔

(۳) وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون (انفال ع ۴)
اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے یہ بات بعید ہے کہ وہ عذاب دے ایسی حالت میں کہ لوگ معافی مانگ رہے ہوں۔"

یہ آیت نص صریح ہے اس امر کے لئے کہ عذاب، توبہ و استغفار سے ٹل جاتا ہے، اگرچہ مستغفر حالت کفر ہی میں کیوں نہ ہو۔ کیونکہ عذاب آنے کی اصل وجہ محض انکار نہیں ہے بلکہ شرارت و بغاوت اور ظلم و تعدی موجب عذاب ہوتا ہے ورنہ سزا کے لئے تو یوم الدین مقرر ہے جو دار الجزاء ہے، دنیا تو دار العمل ہے اس میں اسوقت کسی قدر سزا دی جاتی ہے جبکہ نبی وقت اور اسکے ماننے والوں کو حد سے زیادہ دکھ اور ایذا پہنچائی جاتی ہے۔ پس اگر لوگ ان باتوں سے باز آجائیں اور خدا تعالیٰ سے معافی مانگ لیں تو وہ اس دنیا میں سزا دینے سے درگذر فرماتا ہے۔

(۴) قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف (انفال ع ۴)
ان کافروں کو کہدے کہ اگر یہ باز آجائیں تو خدا تعالیٰ انکی گذشتہ شرارتوں سے بھی چشم پوشی فرمادیگا۔

(۵) فارتقب یوم تأتی السماء بدخان مبین یغشی الناس ھذا عذاب الیم۔ ربنا اکشف عنا العذاب انا مؤمنون۔ انّیٰ لھم الذکریٰ وقد جاءھم رسول مبین۔ ثم تولوا عنہ وقالوا معلم مجنون۔ انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون (دخان ع ۱)
خلاصہ مطلب یہ ہے کہ کفار مکہ پر ایک عذاب کے آنے کی پیشگوئی کی گئی جب آگیا تو انہوں نے خدا تعالیٰ سے دعائیں کرنا شروع کردیں کہ آپ ہم سے یہ عذاب ٹالدیں (ہم تو اس خبر کو جھوٹی ہی سمجھتے رہے مگر اب ہمیں یقین ہوگیا کہ جو کچھ کہا گیا تھا حق ہے) ہم مان لینگے فرمایا، بھلا یہ کہاں نصیحت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پکڑ سکتے ہیں، ان کی حالت تو یہی رہیگی، اچھا ہم ان سے یہ عذاب ہٹا لیتے ہیں۔ گو پھر یہ اپنی شرارت میں لوٹنے والے ہیں ؛

ان آیات میں صاف بیان کیا گیا ہے کہ باوجود خدا تعالیٰ کے یہ جاننے کے کہ یہ پھر پہلی سی گستاخیوں میں عود کرینگے اور یہ ان کی تضرع اور انکساری صرف زبان تک محدود ہے، پھر بھی اس عارضی اور وقتی گریہ وزاری سے عذاب دُور کر دیا گیا (گو ان کی اس عاجزی کا ثبوت بھی سوائے وحی الٰہی یعنی قرآن کے اور کہیں سے نہیں ملتا یعنی انکا اپنا اقرار نہیں ہے کہ ہم ڈر گئے ہیں وغیرہ فافہم)

(۶) قالوا یایہ الساحر ادع لنا ربک بما عہد عندک اننا لمہتدون

فلما کشفنا عنہم العذاب اذا ہم ینکثون (زخرف ع ۵)

یعنی جب بنی اسرائیل پر عذاب نمودار ہوا۔ تو انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا، اے جادوگر اپنے خدا سے دعا کر کہ وہ ہم سے عذاب ٹال دے۔ تب ہم راہ راست پر آ جائینگے۔ پس جب ہم نے وہ عذاب دور کر دیا تو وہ اپنے عہد پر قائم نہ رہے ؛

اس سے صاف عیاں ہے کہ وہ حضرت موسیٰؑ پر ایمان نہ لائے تھے ورنہ جادوگر کے خطاب سے ہرگز مخاطب نہ کرتے۔ کیا کوئی مرید اپنے مرشد کو یہ فقرہ کہہ سکتا ہے چہ جائیکہ ایک امتی اپنے نبی کو ایسا کہکر پکارے) پھر بھی ان سے عذاب ٹال دیا۔ حالانکہ اس علیم بذات الصدور کو یہ بھی علم تھا کہ وہ اپنے اقرار پر قائم نہ رہینگے ؛

(۷) فلولا کانت قریۃ امنت فنفعہا ایمانہا الا قوم یونس لما

امنوا کشفنا عنہم العذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا (یونس ع ۱۰)

یعنی حضرت یونسؑ کی قوم نے جب خدا سے دعائیں اور توبہ و استغفار کرنا شروع کیا تو خدا تعالیٰ نے ان سے وہ موعود عذاب ہٹا لیا (مفصل ذکر تفاسیر میں دیکھیں)

یہ دھوکہ نہ ہو کہ قوم یونسؑ فی الحقیقت حضرت یونسؑ کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آئی تھی تب ان سے عذاب ٹلا تھا نہیں بلکہ حضرت کی اس خبر پر کہ تم پر عذاب آئیگا آثار عذاب دیکھ کر یقین ہوا اور خدا سے دعائیں شروع کر دیں ورنہ اگر ایمان سے مراد حضرت یونسؑ پر ایمان ہوتا تو [illegible]۔ رہائی صرف دنیا ہی میں کیوں ہوتی (فی الحیوۃ الدنیا) ایسا ایمان تو آخرۃ میں ... ... [illegible] رہائی دلاتا ہے دوم ثم اذا ما امنوا کے معنی حضرت ابن عباسؓ رئیس المفسرین نے کیئے ہیں فلما دعوا [illegible] یعنی انہوں نے دعا کی" دیکھو تفسیر درِ منثور و فتح الخبیر وغیرہ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۱۴) بعض پیشگوئیاں ایسی حالت پر پہنچ جاتی ہیں کہ بعض ماننے والے بھی شکوک میں پڑجاتے ہیں
چنانچہ یہ بات اس آیت سے ہویدا ہے - اِذ جاءوکم من فوقکم و من اسفل منکم و اذ
زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر و تظنون باللہ الظنونا ھنالک ابتلی
المؤمنون و زلزلوا زلزالاً شدیداً و اذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم
مرض ما وعدنا اللہ و رسولہ الا غروراً (سورۃ احزاب ع ۲)

یا جیسے حضرت عمرؓ کا واقعہ ہے کہ حضور صلعم نے ایک رؤیا کی بنا پر عمرہ کے ارادے سے سفر اختیار
کیا مگر مشرکین مکہ کے مانع ہونے کی وجہ سے واپس آنا پڑا - تو اس واقعہ نے حضرت عمرؓ کو ایک خاص
قسم کی حیرت میں ڈالدیا - چنانچہ خود ہی فرماتے ہیں ما شککتُ الا یومئذٍ (معالم التنزیل)
کہ میں جب سے مسلمان ہوا مجھے کبھی شک پیدا نہیں ہوا سوائے اس دن کے نیز فرمایا عملتُ
لذالک اعمالاً بلکہ تمام صحابہؓ کی یہ حالت تھی کہ باوجود رسول اکرم صلعم کے بار بار فرمانے کے کہ
"یہیں قربانیاں ذبح کردو" ایک صحابی بھی تعمیل ارشاد کے لئے کھڑا نہ ہوا ۔

(۱۵) بعض پیشگوئیاں اور خبریں بالکل منسوخ اور محو ہوجاتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے -
ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا (۲) یمحو اللہ ما یشاء و یثبت
کہ اللہ تعالیٰ بعض نشانیوں اور پیشگوئیوں کو محو و منسوخ کردیتا ہے - اور بعض کو ثابت و قائم
رکھتا ہے ۔

(۱۶) بعض نشان بدل دیئے جاتے ہیں اور ان کی جگہ کوئی اور نشان دکھا دیا جاتا ہے چنانچہ فرمایا
ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نأت بخیر منھا او مثلھا یا فرمایا و اذا بدلنا اٰیۃ مکان
اٰیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون (نحل ع ۱۳)
کہ جب ہم ایک نشان تبدیل کرکے اسکی جگہ کوئی اور نشان ظاہر کرتے ہیں (کیونکہ لوگوں کے دلوں
کی کیفیات اور طبائع انسانی کے مختلف حالات بدلتے رہنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے
کہ اب کونسا نشان دکھانا چاہیئے اسلئے وہ جو نشان دکھاتا ہے موقعہ کے لحاظ سے وہی مناسب ہوتا
ہے) تو منکرین اعتراض کرتے ہیں کہ تو مفتری ہے (کیونکہ پہلا نشان کیوں پورا نہیں ہوا) مگر اصل
بات یہ ہے کہ یہ لوگ پیشگوئیوں کے اصولوں کو اور ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کی سنت کو نہیں جانتے ۔

اور حضرت پیر عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں - کہ اے انسان جب خدا کے ہاں کم خاص الخاص
لوگوں میں شمار ہوتا ہے فحینئذٍ توعد بوعدٍ فاذا اطمأننت الیہ ..... نقلت عن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ذالك الوعد الیٰ ماھو اعلیٰ منه تو اس وقت تجھے ایک چیز کا وعدہ دیا جاتا ہے مگر بجائے اسکے خدا تعالیٰ اس سے کوئی اعلیٰ چیز عطا کر دیتا ہے (فتوح الغیب مقالہ ۱۹)

(۱۷) بعض دفعہ ایک پیشگوئی کے بعض اجزاء وقوع میں آجاتے ہیں اور بعض نہیں آتے چنانچہ فرمایا یمحوا اللّٰہ ما یشاء ویثبت خدا تعالیٰ جتنا حصہ کسی پیشگوئی کا چاہے محو کر دیتا ہے اور جتنا چاہے ثابت رکھتا ہے نیز فرمایا ان یك صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صادق فی الدعویٰ ہونے کے لئے اکثر یا بعض اجزاء کا پورا ہو جانا ہی کافی ہوتا ہے یا یہ کہ تمام پیشگوئیوں میں سے اکثر یا بعض کا ہو بہو واقع ہو جانا بھی دلیل صدق ہے پس تمام پیشگوئیوں کے وقوع کا انتظار فضول ہے ٭

(۱۸) بعض الہام اور خبریں ایسی ہوتی ہیں جن کا وقوع بظاہر صاحب الہام کے ہاتھ پر یا اسکی زندگی اور وجود میں واقع ہونا معلوم ہوتا ہے مگر در اصل ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ بخاری جلد ۲ کتاب التوحید باب علامات النبوۃ قبل الاسلام میں لکھا ہے۔ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال بینا انا نائم رأیت فی یدیّ سوارین من ذھب فاھمنی شأنھما فاوحی الیّ ان انفخھما فنفختھما فطارا فاولتھما کذابین۔ کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کڑے پہنائے گئے ہیں جو مجھے بُرے معلوم ہوئے۔ تب میری طرف وحی کی گئی کہ پھونک مار کر ان کو اڑا دو چنانچہ میں نے پھونک مار کر اڑا دیئے۔ میں نے ان دو کڑوں کی تاویل دو کذابوں سے کی اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ دونو کذاب آپ ہی کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہونگے کیونکہ خود حضورؐ ہی نے پھونک مار کر اڑا دیا تھا مگر ان کی ہلاکت آپؐ کے خلفاء کے ہاتھ پر ہوئی فافھم٭

(۱۹) نبی کا خلیفہ اور جانشین اسی کے حکم میں ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی الہام یا پیشگوئی صاحب وحی کے ہاتھ پر پوری نہ ہو بلکہ اسکے خلیفے کے ذریعے سے پوری ہو جائے۔ تو بھی جائز ہے۔ مثلاً حضور صلعم نے فرمایا اُعطیتُ مفاتیح الشام..... اُعطیتُ مفاتیح فارس اُعطیتُ مفاتیح الیمن کہ شام کے خزانے اور اسکی چابیاں اور فارس و یمن کے خزانے اور ان کی چابیاں مجھے دی گئیں۔ لیکن حضورؐ وفات پا گئے اور یہ ملک فتح نہ ہوئے حالانکہ جملہ اُعطیتُ ﴿۱﴾ (مجھے دی گئیں) صاف بتا رہا تھا کہ یہ وعدہ حضورؐ کے ہاتھ پر یا

﴿۱﴾ بعض روایات میں فوُضِعت فی یدیّ کے الفاظ ہیں کہ میرے ہاتھ پر وہ چابیاں رکھی گئیں منہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کم از کم حضورؐ کی زندگی میں پورا ہوگا۔ لیکن یہ پیشگوئی آپؐ کے خلفاء کے زمانے میں پوری ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ اپنے متبوع ہی کے حکم میں ہوتا ہے۔

نیز صحیح احادیث میں آیا ہے کہ بعض لوگوں سے آنحضرت صلعم نے وعدہ کیا کہ میں تم کو کچھ دونگا مگر حضور فوت ہوگئے تو حضرت ابو بکرؓ نے ان لوگوں کو آنحضرتؐ کی وعدہ کردہ چیزیں دیں جیسا کہ منہاج النبوّت۔ ترجمہ مدارج النبوّت جلد ۲ صفحہ ۸۲۱ پر لکھا ہے " اور کتنے لوگ تھے کہ حضرتؐ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ تم کو کچھ دونگا۔ پس آئے وے آنجناب کی وفات کے بعد اور دیا ابو بکر صدیقؓ نے جو وعدہ موعود تھا "

(۲۰) کبھی ایک شخص کے متعلق کوئی اطلاع یا خبر دی جاتی ہے اور مراد اس سے اس کا بیٹا یا کوئی اور ہوتا ہے جیسا کہ خوشۂ انگور والی روایت گذر چکی ہے کہ ابوجہل سے مراد اس کا بیٹا تھا نیز اس قبیل سے ہے یہ روایت۔ رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام اسید ابن ابی العیص والیا علی مکۃ مسلماً فمات علی الکفر وکانت الرؤیا لولدہٖ عتاب (دیکھو تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۱۱) کہ آنحضرت صلعم نے اسید کو مسلمان ہونے کی حالت میں مکہ کا حاکم دیکھا مگر وہ کفر ہی پر مر گیا اور اس سے مراد اس کا بیٹا عتاب تھا۔

ایسا ہی قرآن مجید میں ہے یٰقوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب اللہ لکم کہ اے میری قوم اس سرزمین میں داخل ہو جو خدا نے تمہارے لئے لکھ دی ہے مگر وہ لوگ اپنی بدقسمتی سے اس زمین کے وارث نہ ہوئے بلکہ اُن کی نسل کے ساتھ یہ وعدہ پورا کیا گیا۔ حالانکہ مخاطب وہی تھے اور انہی کے لئے (کتب اللہ لکم) کا ارشادِ خداوندی تھا۔

(۲۱) انذاری پیشگوئیوں کی غرض محض تخویف و ترہیب ہوتی ہے نہ غیر۔ کما قال اللہ تعالیٰ وما نرسل بالاٰیات الا تخویفاً کہ ہم نشان صرف ڈرانے اور خوف دلانے کے لئے بھیجتے ہیں پس اگر پیشگوئی سنکر کوئی شخص اپنی حالت بدل لے۔ تو غرض پیشگوئی کی پوری ہوگئی۔

(۲۲) بعض پیشگوئیوں میں شرائط مخفی ہوتی ہیں حتّٰی کہ ملہَم کو ان شرائط پر مطلع نہیں کیا جاتا۔ بسا اوقات وہ ایک خبر کو تقدیر مبرم خیال کر لیتا ہے حالانکہ علم الٰہی میں وہ تقدیر معلق ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام باوجود خدا کے یقینی و قطعی وعدوں کے خائف و ترساں رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت قبلہ گاہی فرماتے تھے کہ سید عبد القادر جیلانی نے لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی کو مجال نہیں کہ تبدیل کر سکے مگر میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگر چاہوں تو اس میں بھی تصرف کرسکتا ہوں۔ اس بات کو بہت بعید سمجھتے تھے یہ بات مدتوں خزانۂ ذہن میں ہمارے جاری رہی یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس دولتِ عظمیٰ سے مشرف کیا ایک دن ہم ایک بلا کو دفع کرنے میں مشغول تھے بہت تضرع و خشوع کیا تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں وہ تقدیر مبرم کی صورت میں ہے اب تک گونہ ناامیدی ہوئی اور بات حضرت سید عبد القادر کی یاد آئی۔ دوسری دفعہ پھر متضرع ہوا اور بہت ہی عاجزی کی تو محض فضل و کرم سے خدا نے مجھ پر یہ ظاہر کر دیا کہ قضائے معلق کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) جسکی تعلیق کو لوح محفوظ میں ظاہر کیا گیا ہے اور ملائکہ کو اس پر اطلاع ہے ؀

(۲) دوسری یہ کہ اسکی تعلیق کا علم محض خدا ہی کے پاس ہے وبس اور لوح محفوظ میں اسکی صورت قضائے مبرم کی ہے" (دیکھو مکتوبات جلد اول مکتوب ۲۷) نیز شرائط کا مخفی ہونا فتوح الغیب مقالہ ۱۹ اور فیوض الحرمین ص۷۴ پر بھی مذکور ہے۔ اور وشی الدیباج (شرح مسلم) صفحہ ۱۲۶ سے بھی یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے ؀

(۲۳) بعض دفعہ تقدیر مبرم بھی ٹل جاتی ہے (یعنی جسے ملہم تقدیر مبرم سمجھ لیتا ہے گو وہ علم الٰہی میں قضائے مبرم کا حکم نہیں رکھتی) جیسا کہ ذیل کی روایات سے ظاہر ہے:-

(۱) رُوی ان النبی صلعم قال ان الصدقة لتدفع البلاء المبرم النازل من السماءِ کہ حضورؐ نے فرمایا۔ صدقہ آسمان سے نازل ہونے والی قضائے مبرم کو بھی ٹلا دیتا ہے ؀
(روض الریاحین بر حاشیہ قصص الانبیاء ص۲۶۴)

(۲) حضورؐ نے فرمایا۔ اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم۔ دعا زیادہ کیا کیا کرو۔ کہ یہ تقدیر مبرم کو بھی ٹلا دیتی ہے ؀

(۳) دعا قنوت میں ہے وقنی شر ما قضیت (ترمذی) اے خدا مجھے اسکے شر سے بھی بچا جس کا تو فیصلہ کر چکا ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر اس کا ٹل جانا ممکن نہیں تو اسکے لئے حضورؐ دعا نہ فرماتے کہ محالات کے لئے دعا کرنا عبث ہے ؀

(۴) لا یرد القضاء الا الدعاء (رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص۱۸۷) کہ قضائے مبرم کو کوئی چیز لوٹا نہیں سکتی مگر دعا کہ یہ اسکو بھی ٹلا دیتی ہے ؀

(۵) ان الدعاء یرد القضاء وقد نزل من السماء اقرؤا ان شئتم الا قوم یونس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ دعا ایسی قضاء و قدر کو بھی رد کر دیتی ہے جو آسمان سے نازل ہو چکی ہو جیسا کہ قوم یونس کے واقعہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ نیز لکھا ہے ان الدعاء یردّ القدر و ذالک فی کتاب اللہ الا قوم یونس لما اٰمنوا ..... الخ (در منثور جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

(۶) ان قصارا مرّ علی عیسٰی علیہ السلام مع جماعۃ من الحواریین فقال لھم احضروا جنازۃ ھذا الرجل وقت الظھر فلم یمت فنزل جبرائیل فقال الم تخبرنی بموت ھذ القصار فقال نعم و لکن تصدّق بعد ذالک ... فنجا من الموت (روح البیان جلد اول صفحہ ۲۵۷) کہ ایک دھوبی کے متعلق حضرت عیسیٰ ع نے کہا کہ بوقت ظہر یہ مر جائیگا مگر وہ نہ مرا حضرت جبرائیل ع آئے تو آپ نے کہا کہ آپ نے تو اسکی موت کی خبر دی تھی؟ فرمایا۔ بیشک مگر اس نے صدقہ کیا ہے اسلئے موت سے بچایا گیا"

(۲۴) کلام الٰہی کے دو حصے یا دو قسمیں ہوتی ہیں ایک وہ جسے محکمات کہتے ہیں دوسری جسے متشابہات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ:-

ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ اٰیات محکمات ھن ام الکتاب و اُخر متشابھات فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتّبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ ..... الخ

ترجمہ از مولٰنا نذیر احمد صاحب مرحوم دہلوی "اے پیغمبر وہی ذات پاک ہے جس نے تم پر یہ کتاب اُتاری جس میں سے بعض آیتیں پکّی یعنی صاف و صریح ہیں کہ وہی اصل کتاب ہیں اور بعض دوسری مبہم کہ ان کے معنوں میں کئی پہلو نکل سکتے ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو قرآن کی انہی مبہم آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فساد پیدا کریں"

علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر اتقان اُردو جلد ۲ پر محکم و متشابہ کی تفسیر میں لکھا ہے:-

"جس چیز کے معنی واضح اور کھلے ہوئے ہیں وہ محکم ہے اور جو اسکے نقیض (برعکس) ہے وہ متشابہ ہے" پھر لکھا ہے "جس امر کی ایک ہی وجہ پر تاویل ہو سکے وہ محکم ہے اور جسکی تاویل کئی وجوہ کا احتمال کر سکتی ہو وہ متشابہ ہے" نیز یہ "کہ متشابہ وہ (کلام) ہے جو بغیر از تاویل سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر اسی تفسیر کے صفحہ ۳ پر کلام الٰہی میں متشابہات کے فوائد پر بحث کی گئی ہے اور ایک فائدہ یہ لکھا ہے کہ مومن اور عالم اور گمراہ و جاہل وغیرہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔

نیز تفسیر سراج المنیر جلد اوّل صفحہ ۱۹۳ پر لکھا ہے:۔ محکمات فھی واضحات الدلالت ..... ویحمل المتشابھات علیھا وتردالیھا۔ متشابھات ای محتملات لایتضح مقصودھا لاجمالٍ او مخالفۃ الظاھر الّا بالفحص والنظر۔

جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ محکمات وہ ہیں جو اپنے مفہوم پر بالوضاحت دلالت کریں اور متشابہات وہ ہیں جو کئی معنوں کا احتمال رکھیں، ان کا مفہوم و مقصود واضح نہ ہو بوجہ اجمال یا مخالفت الظاہر کے اور متشابہات کو محکمات کے تابع و ماتحت کر کے ان کے معنی کرنے چاہئیں

اور بخاری مصری جلد ۳ صفحہ ۷۵ پر ہے عن عائشۃ قالت. قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا رأیتِ الذین یتبعون ماتشابہ منہ فاؤلئک الذین سمی اللہ فاحذروھم یعنی حضرت عائشہؓ راوی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جب تو دیکھے ان لوگوں کو جو کلام الٰہی میں سے متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں تو سمجھ لے کہ وہی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے نام لیا ہے (فی قولہ فامّا الذین فی قلوبھم زیغٌ) اِس حدیث سے معلوم ہُوا کہ دشمن اور معترضین ہمیشہ متشابہات ہی پر اُلجھتے ہیں اور محکمات کو نظر انداز کر دیتے ہیں یاد رہے کہ بعض پیشگوئیاں بھی متشابہات کا رنگ رکھتی ہیں چنانچہ ایک مخالف سلسلہ مولوی مولانا سیّد عبداللہ شاہ صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں:۔ "یہ مسلّم ہے کہ نصوصِ شرعیہ جیسے احکامات اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں اسی طرح حقائق غیبیہ آیندہ پر بھی مشتمل ہیں۔" پس پیشگوئیوں کو ہر حالت میں ظاہری پر محمول کرنا غلطی ہے جیساکہ شاہ صاحب موصوف لکھتے ہیں "امورِ غیبیہ کو خواہ وہ پیشگوئیاں آیندہ کے متعلق ہوں یا صفات و ذات باری تعالیٰ کے متعلق دونو کو انکے ظاہری معنوں ہی پر محمول کرنے پر اصرار ایسی ہی غلطی ہے جیسے کہ اوامر و نواہی کو ظاہری معنوں پر محمول نہ کرنے پر اصرار..... ہاں خواب کی طرح بعض امور غیبیہ آئندہ حقیقی شکل میں بھی دکھائی جاتی ہیں مگر سب کا اس طرح ہونا لازمی نہیں" دیکھو اخبار "سچ" بعنوان "الشاہد والمشہود" منقول از اخبار "پیغام صلح" جلد ۱۷ نمبر ۵۳ صفحہ ۶

(۲۵) اگر خدا تعالیٰ صراحت نہ کرے تو مُلہم اپنے الہام کے پورا ہونے کا وقت قریب تر مقرر کرتا یا سمجھتا ہے، جیساکہ واقعہ صلح حدیبیہ سے ظاہر ہے۔

(۲۶) بعض خبریں ایک پہلو سے تبشیری اور ایک پہلو سے انذاری ہوتی ہیں چنانچہ جنگوں میں مسلمانوں کو فتح کی خبریں ایسی ہی تھیں کہ مسلمانوں کیلئے بشارت اور کفار کے لئے انذاری رنگ رکھتی تھیں پس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایسی خبروں کے متعلق بھی انذاری پیشگوئیوں کا سا معاملہ ہونا ممکن ہے یہی وجہ ہے کہ جنگ بدر میں باوجود فتح کی کھلی بشارت کے آنحضرت صلعم بصد گریہ وزاری دعائیں مانگتے رہے ؛

(۲۷) جائز ہے کہ پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے خود ملہم یا اسکے متبعین کوشش کریں (جب تک کہ خدا کا صریح حکم اسکے خلاف نہ ہو) چنانچہ اسلام کی فتح کے متعلق متعدد بار کلام الٰہی میں وعدہ دیا گیا تھا مگر آنحضرت صلعم نے اور آپؐ کے تمام ساتھیوں نے اس پیشگوئی کو پورا کرنے میں اپنا مال، جان سب کچھ خرچ کر ڈالا ؛

ایسا ہی حفاظتِ قرآن کے متعلق خدائی وعدہ ہے مگر حفاظِ قرآن اور علمائے کرام کی سعی یقیناً سعی مشکور ہے جو کہ اس پیشگوئی کو پورا کرنے میں حصہ لے رہے ہیں۔ نیز ایک صحابیؓ نے ایک دوسرے صحابی کو محض آنحضرت صلعم کا رؤیا پورا کرنیکے لئے سونے کے کنگن پہنا دیئے حالانکہ سونا پہننا ناجائز بھی تھا۔ خود آنحضرت صلعم کی حفاظت کے متعلق صریح لفظوں میں پیشگوئی موجود تھی مگر باوجود اسکے آپؐ ظاہری اسبابِ حفاظت سے برابر کام لیتے رہے ؛ خاکسار تاج الدین لائل پوری (مولوی فاضل) از قادیان

باب کا جانشین

(گذشتہ سے پیوستہ)

الوہیت و ربوبیت کے مدعی

جب باب قتل کر دیا گیا۔ اور صبح ازل متفقہ طور پر بابی جماعت کا لیڈر مان لیا گیا تو اسکے وقت میں کئی ایک مدعی پیدا ہوئے۔ ایک ذبیح نامی نوجوان تھا۔ وہ کہتا تھا تحقیق میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی اللہ نہیں۔ صبح ازل کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا میں حق ہوں۔ میرے سوا کوئی حق نہیں۔ دوسرا آدمی بزطہور کے مقام پر فائز ہوا۔ وہ ایک ہندی نژاد سید تھا۔ جسکا دوسرا نام صبح ازل نے بشیر رکھا تھا۔ اور اس نے اپنے تئیں امام حسینؓ کی رجعت قرار دیا۔ اور بہاء اللہ کی طرح وہ بھی اپنے مریدوں پر آیات نازل کیا کرتا تھا۔ اور اپنے دعویٰ کی اطلاع اُس نے صبح ازل اور اسکے بھائی مرزا حسین بہا کو دیدی۔ صبح ازل نے جواب میں فرمایا:۔ "یا حبیب قد اصطفیناك بین الناس" اے حبیب میں نے تجھے لوگوں میں سے چن لیا۔ اور جب یہ شخص کاشان میں پہنچا۔ تو ایک اور شخص سے ملا۔ جو نقطۂ کاف کا مدعی تھا۔ اور اس نے جناب بشیر کی مریدی اختیار کر لی ؛

ایک تیسرا شخص مدعی ظہور مسمی عظیم تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں دو اشخاص کا باب ہوں صبح ازل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا حبیب ہوں۔ اور سلطان منصور ہوں۔ اس کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ تمام بابیوں کو چاہیئے کہ اسکی پیروی کریں اسکے آگے نہایت عاجزی سے جھکیں۔ جب اسکی خبر جناب بشیر کو ہوئی تو فرمایا۔ آپ جو فرماتے ہیں بجا اور درست ہے آپکے آئینہ قلب میں مقام الوہیت نمایاں ہے۔ لیکن میں خود اسی مقام کا مدعی ہوں اور تمھارے مقام سے بہت بلند مقام پر پہنچا ہوا ہوں۔ اور آیات فطری کا نزول مجھ سے ہوتا ہے*

اس سے ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ آیات فطری کا نزول نہ صرف بہاء اللہ سے ہی ہوتا تھا۔ بلکہ اس سے پہلے بشیر بھی آیات نازل کرتا رہا ہے۔ پس یہ جو بہائی بعض دفعہ کہا کرتے ہیں کہ پہلے سچا مدعی ہوتا ہے اور بعد میں جھوٹا۔ اس معیار پر کہاں تک جناب بہاء اللہ پورے اترتے ہیں*

اِن کے علاوہ اور بھی مدعی ظہور ہوئے ہیں صبح ازل نے بعض کے حالات لکھے ہیں۔ اُن میں سے اس کا بھائی خود ایک مدعی مقام الوہیت تھا۔ یا کہ خدا کا پیدا کرنے والا بھی وہی تھا۔ اس سے بھی بڑھ کر اس نے لکھا ہے کہ بہاء اللہ کہا کرتا تھا کہ اسکے ادنیٰ ترین خادم بھی خداؤں کو پیدا کرنیوالے ہیں۔ اس قسم کے اس نے اٹیڈیا نوپل میں جانے کے بعد کیئے تھے*

شاہ ایران پر حملہ

بابیوں نے ایک سازش کی۔ ان کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی۔ وہ چاہتے تھے کسی طرح باب کے قتل کا بدلہ لیں۔ اور اگر بدلہ نہ بھی لینا ہوتا تو بھی اپنے مخالف کو قتل کرنا وہ جائز خیال کرتے تھے۔ ناظرین باب کی تعلیم کے ذکر میں یہ دیکھ چکے ہیں اب تو ایک وجہ بھی پیدا ہو گئی کہ انکے پیشوا کو بادشاہ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ بابی موقع کی تلاش میں رہے۔ آخر ایک دن جب انکو موقع ملا۔ شاہ ایران پر ریوالور سے حملہ کر دیا۔ وہ تو بچ گیا۔ مگر اسکا ساتھی زخمی کر دیا گیا۔ جب اِن لوگوں نے بادشاہ پر یوں حملے شروع کیئے۔ اور مختلف مقامات پر بغاوت کرنے لگے تو اس کارروائی نے ایرانی حکومت اور ایرانی پبلک کو بہت برانگیختہ کر دیا۔ پھر تو جہاں بھی کوئی بابی ملا۔ قید کر دیا گیا۔ یا قتل کر دیا گیا۔ اور بابیوں نے بھی بوجہ جہاد کی تعلیم کے اور اس وجہ سے بھی کہ جو جہاد میں مارا جاتا ہے سیدھا جنت میں جاتا ہے خوشی سے اپنی جانیں دیں۔ اور یہ سب لوگ صبح ازل کے مرید تھے*

صبح ازل کی بغداد کو روانگی

جب صبح ازل نے یہ حالت دیکھی تو وہ چپکے سے بغداد میں چلا گیا۔ اور اسکا بھائی بہاء اللہ سازش کے شبہ میں پکڑا گیا۔ اور چار ماہ کے قریب تک قید رہا۔ چونکہ وہ شاہ ایران کی جان پر حملہ کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ نیز اہل بہا کہتے ہیں کہ روسی سفیر نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کوشش کرا کے اسکو چھوڑا دیا) جب قید سے رہا ہو گیا۔ ایرانی حکومت نے اسکا ایران میں رہنا مناسب خیال نہ کیا۔ اسکو بغداد میں جلاوطن کردیا۔ اور یہ اپنے بھائی کے پاس آ رہا۔ اور یہاں پر دونو بھائی اچھی طرح سے رہنے سہنے لگ گئے۔

صبح ازل کے خلاف کارروائی

صبح ازل بابیوں کا مسلمہ لیڈر تھا۔ مگر چونکہ تارک دنیا ہو گیا تھا۔ دنیا اور اسکی الجھنوں سے اسکو زیادہ دلچسپی نہ رہی تھی۔ ویسے بھی وہ چالاک نہ تھا۔ اسوجہ سے بابیوں کی رہنمائی کا کام اس نے اپنے بھائی بہاء اللہ پر چھوڑ دیا۔ اور اسکی وساطت سے وہ حکم احکام دیتا تھا اور اگر کسی کو ملنا ہوتا تھا تو بھی بہاء اللہ کے ذریعے ہی یہ کام ہوتا تھا لیکن آخر بعض وجوہات کی بناء پر دونو بھائیوں میں کچھ تکر رنجی ہو گئی۔ چونکہ صبح ازل کا اسوقت بہت زور تھا۔ اسکا بھائی اسکے خلاف کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اسلئے بہاء اللہ کو بغداد چھوڑ کر کردستان جانا پڑا۔ وہاں پر قریباً دو برس تک رہا۔ اور اس عرصہ میں صبح ازل کے خلاف بہت کچھ سوچتا رہا ہوگا کہ کس طرح اسکو نیچا دکھائے۔ اس عرصہ میں بعض آدمی جو کہ صبح ازل کو چاہتے نہ تھے اور بہاء اللہ کو پسند کرتے تھے، انہوں نے کوشش کی اور اسکو بغداد میں واپس لائے۔ بغداد کے دوران قیام میں بہاء اللہ نے بابی دنیا میں بہت رسوخ پیدا کر لیا۔ ایک تو اسوجہ سے بھی کہ وہ بابیوں کے خلیفہ کا بڑا بھائی تھا۔ دوسرا ایک لائق اور عالم شخص تھا۔ تیسرے تحریر کا کام بھی کرتا رہتا تھا۔ اور ایک خاص رنگ میں وہ لکھتا تھا جسپر ایرانی لٹو ہو جاتے تھے۔ چوتھے بابیوں کا خلیفہ تارک دنیا ہو چکا تھا۔ اسکو بابی لوگوں سے زیادہ لگاؤ نہ رہا تھا۔ اگر کچھ کرتا تھا تو اسکا بڑا بھائی ہی اسکی جگہ کام کرتا تھا۔ جب اسکا رسوخ بابیوں میں بہت زیادہ ہو گیا اور اس نے یہ خیال کر لیا کہ میں ہی ہوں جو کچھ ہوں۔ صبح ازل کی کوئی ہستی میرے مقابل پر نہیں ہے اسلئے بہتر ہے صبح ازل کو ایکطرف کیوں نہ کر دیا جائے اور بابیوں کا لیڈر خود ہی کیوں نہ بنجاؤں۔ مگر اسکے لئے ایک روک تھی وہ باب کی وصیت اور دوسرے باب کی تعلیم جہاد اور مخالفوں سے سختی کا برتاؤ۔ سو سب سے پہلے اس نے یہ فیصلہ کیا کہ باب کی تعلیم کو مٹا دینا چاہیئے۔ اگر یہی تعلیم رکھی گئی تو کامیابی ہو ہی نہیں سکتی۔ جہاد کی تعلیم کو ہٹا کر اسکی جگہ نرم تعلیم رکھی جائے۔ اور باب کی تعلیم کو اسوقت تک اڑایا نہیں جا سکتا جب تک خود اس جیسے یا اس سے بڑے مقام کا وہ مدعی ہو۔ پہلے پہلے تو وہ لوگوں کو نرمی کی تعلیم ایک بابی معلم ہی کی حیثیت میں دیتا رہا۔ اور جب ایرانی حکومت نے دیکھا کہ بابیوں کے لیڈر اور پیشوا بغداد میں بابیت کو پھیلا رہے ہیں۔ اور خطرہ پیدا ہوا کہ پہلے ہی کی طرح پھر یہ لوگ بغاوت نہ پیدا کر دیں۔ یا پھر شاہ ایران کی جان لینے کی کوئی سازش بغداد میں رہ کر نہ کر لیں۔ ایرانی حکومت نے ترکی حکومت پر زور دیا کہ بابی لیڈروں کی بغداد میں موجودگی موجب خطرہ ہے۔ اس لئے اسکو وہاں سے بھی جلاوطن کر دینا چاہیئے۔ ترکی حکومت نے بغداد کے بابیوں کو حکم دیا کہ وہ قسطنطنیہ میں حاضر ہوں۔ جب بہاء اللہ نے رخت سفر باندھ لیا اور بغداد سے باہر ایک باغ میں ٹھیرا۔ اسوقت اس نے اہل بہاء کے قول کے مطابق اپنا دعوے بیان کیا۔ اور سب سے پہلے اپنے بڑے بیٹے کو چپکے سے بلایا اور اسکو کہا کہ جس شخص نے آنا تھا۔ وہ میں ہی ہوں۔ بیٹے نے فوراً مان لیا۔ پھر چند ایک منتخب بابیوں کے پاس اپنا دعویٰ بیان کیا وہ

لوگ پہلے ہی بہاء اللہ کے زیر اقتدار تھے انہوں نے بھی مان لیا۔ مگر صبح ازل کو خبر تک نہ ہونے دی کہ کیا کارروائی عمل میں آئی ہے۔ مبادا کہ وہ مخالفت کرے اور ہماری سب کارروائی کو باطل قرار دیدے۔ کیونکہ ابھی تک صبح ازل ہی لیڈر مانا جاتا تھا۔ اور وہی خلیفہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ اسکا بڑا بھائی چاہتا تھا کہ اب وہ لیڈر تسلیم کر لیا جائے۔ مگر یہ بات اتنی جلد کیسے ہو سکتی تھی۔ اس لئے بہاء اللہ مناسب موقع کی تلاش میں رہا۔ اور اپنے دوستوں اور نئے مریدوں کے ذریعے چپکے چپکے اپنے متعلق زمین تیار کرنے لگ گیا۔ ایران میں بھی اپنے متعلق پروپاگنڈا شروع کر دیا۔ اور بغداد سے یہ لوگ قسطنطنیہ اور وہاں سے ایڈریانوپل میں لائے گئے۔ ایڈریانوپل میں ایک مدت تک دونو بھائی اچھی طرح سے اکٹھے ہی رہے۔ صبح ازل ابھی تک یہ خیال کئے ہوئے تھا کہ میں بابیوں کا خلیفہ ہوں۔ اور بابیوں کا صحیح لیڈر ہوں۔ ادھر اسکے بھائی نے اپنی ہوشیاری سے ایڈریانوپل کے قریباً سب کے سب بابیوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا۔ چنانچہ جب اس نے دیکھا کہ اب صبح ازل میرے مقابل کامیاب نہیں ہو سکتا اور ایران سے بھی خوش کن خبریں موصول ہونے لگیں۔ تو کھلے طور پر اپنے دعویٰ کا اعلان کر دیا۔ کہ میں ہی وہ ہستی ہوں۔ جسکے متعلق باب نے پیشگوئی کی تھی۔ میں ہی وہ ہستی ہوں جسکے آنے سے قیامت برپا ہوگئی۔ مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوئے عدل کی ترازو آویزاں کی گئی۔ لوگوں میں انصاف کر دیا گیا۔ بہشت اور دوزخ ظاہر ہو گئیں بہشت میرا دیدار اور دوزخ میرا انکار ہے۔ خدا اپنے تخت الوہیت پر بیٹھ گیا۔ تمام انبیاء بلائے گئے[1]۔ کبھی فرمایا کہ اہل قرآن تحقیق رحمان آگیا[2]۔ کہیں لکھا۔ کہ اے اہل انجیل وہ جو آسمان پر چڑھ گیا تھا زمین پر اتر آیا۔ کہیں لکھا۔ میں خدا ہوں[3] میرے سوا کوئی خدا نہیں میں نے ہی نئی زمین اور نیا آسمان[4] بنایا ہے۔ میں ہی تھا جس نے طور پر موسیٰ سے کلام کیا۔ میں ہی ہوں جس نے باب پر البیان نازل کی[5]۔ آج تم البیان کو مانتے ہو مگر البیان نازل کرنے والے کا انکار کرتے ہو۔ کہیں لکھا کہ یہ جو نبی کریم صلعم نے خدا کے متعلق فرمایا[6] ہے ما عرفناک حق

حاشیہ [1] دیکھو طرازات و تجلیات مصنفہ بہاء اللہ ÷ [2] کتاب اقدس ÷ [3] کتاب مبین میں لا الٰہ الا انا المسجون الفرید۔ کہ کوئی خدا نہیں مگر میں اکیلا جو قید میں ہوں ÷ [4] کتاب میں ہے عمرات السموات والارض باسمی کہ آسمانوں اور زمین کی آبادی میرے نام سے ہے ÷ [5] کتاب اقدس صفحہ ۲۴ ÷ والکتاب یقول قد جاء منزلی کہ کتاب بیان پکار کر کہتی ہے کہ میرا اُتارنے والا آگیا ÷ [6] لوح رئیس صفحہ ۱۳۵ ÷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معرفت تک۔ اگر وہ میرے زمانے میں ہوتے تو فوراً پکار اٹھتے۔ کہ اے رسولوں کے مقصود ہم نے تجھ کو پہچان لیا۔ ایساہی اگر حضرت ابراہیمؑ میرے زمانہ میں ہوتے تو وہ کبھی یہ نہ کہتے ربّ ارنی کیف تحی الموتی۔ بلکہ سوقت اقرار کرتے کہ میرا دل مطمئن ہوگیا۔ اسی طرح اگر حضرت موسٰی میرے زمانہ میں ہوتے تو یہ کہتے کہ اے خدا میں نے تجھے دیکھ لیا یہ کبھی نہ فرماتے ربِ ارنی۔ کہیں لکھا کہ جو قرآن میں لکھا ہے کہ قیامت کے روز خدا کا دیدار ہوگا۔ سو وہ ہستی میں ہی ہوں۔ میرا دیدار ہی خدا کا دیدار ہے۔ اسکے سوا خدا کا اور دیدار کوئی نہیں۔ اور نہ ہوگا۔ کہیں فرمایا حملنا الشدائد من کل ذلّ بعدا ذکان فی قبضتنا ملکوت السموات والارضین۔ کہ ہم نے ہر ایک ذلیل سے ذلیل آدمی سے تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ باوجود یکہ تمام آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت ہمارے ہاتھ میں ہے کتاب مبین ص۲۹۸۔ کہیں لکھا۔ قلم اعلیٰ نے اسی طرح پر نطق فرمایا۔ جبکہ مخلوق کا قدیمی مالک ظالموں کی شرارت سے قیدخانہ میں پڑا تھا۔ اقتدار صفحہ ۳۶۔ کہیں لکھا۔ اے مخاطب دیکھ۔ خدا کا فضل اس حد تک پہنچا ہے کہ تو اپنے گھر میں آرام سے ہے اور خدا جو بے حد مصیبتوں میں مبتلا ہے قیدخانہ میں تجھ کو یاد کرتا ہے۔ اقتدار ص۱۶۲ ایک جگہ فرماتے ہیں یا اکبر یذکرک مالک القدر فی حین احاطتہ الاحزان من الذین کفروا بالرحمان۔ کہ اے اکبر۔ تجھ کو قضا و قدر کا مالک ایسے وقت میں یاد کرتا ہے۔ جبکہ اس کو غموں نے گھیرا ہوا ہے۔ کتاب اقدس ص۱۹۲۔ ایک جگہ لکھتے ہیں الذی ینطق فی السجن الاعظم انہ لخالق الاشیاء وموجدھا حمل البلایا لاحیاء العالم وانہ لھو الاسم الاعظم الذی کان مکتوبا فی ازل الآزال۔ کہ وہ شخص جو عکّہ کے بڑے قیدخانہ میں بولتا ہے۔ وہ تمام چیزوں کا پیدا کرنیوالا ہے۔ وہی انکا ایجاد کرنیوالا بھی ہے۔ اس نے مصیبتوں کو دنیا کے زندہ کرنے کے لئے اپنے اوپر اٹھایا ہے اور وہ اسم اعظم ہے جو ہمیشہ سے مخفی تھا۔ کتاب اقدس ص۲۲۵۔ ہاں کہیں کہیں اپنے تئیں انسان بھی قرار دیا ہے۔ اگر انسان قرار نہ دیتا۔ تو کامیابی نہیں ہوسکتی تھی۔ غرضیکہ ایڈریا نوپل میں اس نے کھلے طور پر اپنا دعویٰ کردیا۔ جب بچارے صبح ازل کو خبر ہوئی۔ کہ لیڈری کی باگ ڈور اس کی اپنی غفلت اور لاپروائی سے چپکے چپکے اسکے ہاتھوں سے نکال لی گئی ہے اور اسکو خبر تک ہوئی کہ پوشیدہ پوشیدہ کیا کیا کارروائیاں عمل میں لائی گئی ہیں۔ تو اس نے مخالفت کرنی شروع کی اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو واپس لانے کی کوشش کی۔ مگر کیا بنتا تھا۔ ایڈریا نوپل میں اسکو اپنا مددگار ہی کوئی نہ ملا۔ اسکے بڑے بھائی کے حکم سے صبح ازل کا بائیکاٹ کردیا گیا اس بچارے کو اب کھانا بھی خود ہی اپنے لئے اور اپنے بیٹے کیلئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بازار سے خرید کر لانا پڑا۔ وہ اکیلا چھوڑ دیا گیا۔ مقالہ سیاح میں بھی لکھا ہے کہ ایڈریانوپل میں مخالفت کی وجہ سے اسکو فکر معاش بھی کرنی پڑی۔ اس نے باہر کے لوگوں کو اطلاع دی۔ بعض باہر کے بابیوں نے جو کہ اپنے مذہب پر پکّے رہے اسکی مدد ایڈریانوپل میں کی۔ جب حکومت کو دونو بھائیوں کی لڑائی کا علم ہُوا۔ تو انہوں نے صبح ازل کو جزیرہ سائپرس میں تبدیل کر دیا اور چھوٹے بھائی حسین علی (عرف بہاءاللہ) کو عکّہ میں بھیجدیا ÷ (باقی آیندہ)

انجیلی تعلیمات

عیسائیت کی مایہ ناز تعلیمات پر ایک نظر

چھٹی انجیلی تعلیم

اسی طرح عیسائیت کی یہ تعلیم ناقص تعلیم ہے کہ :۔ "جو کوئی اپنے بھائی پر غصّے ہوگا۔ وہ عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ اور جو کوئی اپنے بھائی کو پاگل کہیگا وہ صدر عدالت کی سزا کے لائق ہوگا۔ اور جو اسکو احمق کہیگا وہ آگ کے جہنّم کا سزاوار ہوگا" متی $\frac{۵}{۲۲}$

کیونکہ اس ایک تعلیم میں تین مختلف سزائیں حضرت مسیحؑ نے تین مختلف موقعوں کے لئے تجویز کی ہیں۔ جو اتنی شدید سزائیں ہیں جنکی وجہ سے فطرت انسانی کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہونا از حد مشکل ہے۔ کیا محض غصّے ہونا کوئی اتنا بڑا قصور ہے کہ اُسکی وجہ سے انسان عدالت کی سزا کے لائق ہو جاتا ہے۔ یا پاگل کہنے سے صدر عدالت کی سزا کا انسان مستحق بن جاتا ہے۔ اور یا احمق کہنے سے جہنّم کی آگ کا سزاوار ہو جاتا ہے۔ اور پھر تعجّب یہ کہ غصّے ہونے یا پاگل اور احمق کہنے کی کیفیات کو بیان نہیں کیا گیا۔ یعنی یہ کہ وہ جب بلاوجہ غصّے ہو۔ تب ایسی سزا کا مستحق ہے۔ یا کہ باوجہ غصّے ہونے سے بھی۔ اور یہ کہ آیا بلاوجہ پاگل اور احمق کہنے سے ایسی تعزیرات کا انسان مستحق بنتا ہے۔ یا کہ باوجہ کہنے سے بھی۔ پھر اگر بلاوجہ ہی کوئی انسان دوسرے بھائی پر غصّے ہولے۔ یا اُسے پاگل اور احمق کہہ لے۔ تو بھی اسکے لئے اتنی شدید سزا تجویز کرنا کہ وہ عدالت اور صدر عدالت اور جہنّم کا سزاوار ہوگا۔ اُسکے اندر سزا کی وقعت کو کم کر دیتا اور اُسے بدی پر دلیر کر دیتا ہے۔ کیونکہ ایک انسان جب یہ دیکھتا ہے کہ اتنے معمولی قصور پر ایسی شدید سزا تجویز کی گئی ہے۔ تو وہ جب اُس قصور کا ارتکاب کرتا ہے۔ تو بہرصورت اُس سزا کو وہ ظالمانہ قرار دینے لگتا ہے۔ اور اس طرح سزا کی حقیقی غرض بوجہ قصور کی کمی کے کم ہونی شروع ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ بدی سے اور معاصی کی طرف اُسے جرأت اور دلیری پیدا ہو جاتی ہے ÷

پھر تعجب یہ کہ پاگل کہنے والے کو تو صدر عدالت کی سزا کا مستحق ٹھیرایا گیا ہے۔ مگر احمق کہنے والے کو جہنّم کی آگ کا

ایندھن۔ درانحالیکہ پاگل کہنا انسانی طبیعت پر زیادہ گراں گذرتا ہے۔ بہ نسبت احمق کہنے کے۔ کیونکہ احمق کہنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُسکے اندر عقل موجود نہیں۔ مگر پاگل کہنے والا دوسرے کو نہ صرف عقل سے عاری قرار دیتا ہے بلکہ اُسے دیوانہ بھی ساتھ ہی قرار دیتا ہے۔ اس لحاظ سے چاہیئے تو یہ تھا کہ پاگل کہنے والے کو زیادہ مستوجب سزا سمجھا جاتا۔ اور احمق کہنے والے کو کم۔ مگر معاملہ یہاں بالکل ہی برعکس واقع ہوا ہے۔ پس یہ تعلیم جہاں مبہم واقع ہوئی ہے وہاں سزاؤں کی شدت کی وجہ سے ناپسند دکھائی دیتی ہے۔

حقیقی بات یہ ہے کہ اتنی مختلف مگر شدید سزائیں اتنے معمولی قصوروں پر تجویز کرنا انسانی روح پر گراں دکھائی دیتا ہے۔ نہایت صحیح اور بہترین طریق وہ ہے جو احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار فرمایا۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور پھر آپؐ نے فرمایا۔ کہ کوئی تم میں سے مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک اپنے دوسرے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے۔ اور پھر آپؐ نے فرمایا کہ ہر مسلم کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرے۔ خواہ وہ ظالم ہو۔ یا مظلوم۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ ہم ظالم کی کس طرح مدد کریں۔ فرمایا اُسکی مدد یہی ہے کہ اُسے ظلم سے روکا جائے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ دو۔ دوسرے کی آبرو مال اور خون کو حرام سمجھو۔ پھر فرمایا کہ آدمی کے بُرا ہونے کیلئے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی حقارت کرے۔

ہمارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(غیروں کی گواہی)

النظر بن الحارث رسول خداؐ کے اشد ترین دشمنوں میں سے تھا۔ لیکن جب اُس سے پوچھا گیا۔ کہ تم بحیثیت ایک انسان کے کیا رائے رکھتے ہو۔ تو اُس نے کہا۔ تو یہی کہا۔ کہ "خدا کی قسم وہ جھوٹے ہرگز نہیں ہیں"۔ ابو جہل جیسے معاند اور متعصب شخص نے بارہا رسول مقبول (صلعم) کو مخاطب کر کے کہا۔ "ہم تجھ کو جھوٹا نہیں کہتے"۔ ہرقل شہنشاہ روم کا دربار ہے۔ ابو سفیان سے جو رسول پاک سے برسر پیکار تھا پوچھا جاتا ہے کہ تم محمد (صلعم) کو کیسا پاتے ہو۔ جواب ملتا ہے "میں نے اس سے پہلے اُنکا کوئی دعویٰ جھوٹا نہیں دیکھا"۔ اُمیہ بن خلف بھی پیغمبر برحق کے شدید ترین اعداء میں سے تھا۔ اُس نے بار بار اعلان کیا کہ "محمد (صلعم) جب کوئی بات کہتا ہے تو جھوٹ نہیں بولتا"۔ قریش عرب جب حضور اقدسؐ کی دعوت پر جمع ہوئے اور آپؐ نے اُنکو توحید کی تعلیم دی۔ تو یکبارگی چلا اُٹھے "ہم نے تجھ کو ہمیشہ صادق پایا"۔ مسٹر باسورتھ لکھتا ہے "یہ جواب (کلام) اور یہ جلیل ایک دروغ باف مدعی رسالت کا نہیں ہو سکتا"۔ جے ڈبلیو ایچ سمارٹ کی رائے ہے۔ "کوئی شخص ایسی محکم و معقول روش بالا استقلال قائم نہیں رکھ سکتا جیسی کہ نبی عربی (صلعم) نے قائم رکھی"۔ مسٹر طامس کارلائل اپنی مشہور تالیف میں لکھتا ہے۔ "رسول خدا اُن لوگوں میں سے تھے۔ جو سوائے راستباز ہونیکے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے"۔ ڈاکٹر جارج بکر صاف لفظوں میں تسلیم کرتے ہیں کہ "ایک ایسی ہستی پر ہرگز عیش پسندی و راحت طلبی کا الزام نہیں لگایا جا سکتا"۔

* بقول کارلائل "حیات ابدی کا یہ وہ نورانی وجود تھا۔ جو قدرت (۳۵۲) کے وسیع سینہ میں سے دنیا کو منور کرنے کو نکلا تھا اور بے شبہ اُسکے

ابطال الباطل

(نمبر ۲)

مذکورہ بالا حوالہ سے ظاہر ہے کہ علامہ کشمیری بھی اس بات کے قائل ہیں کہ نبوت غیر تشریعی جسکا دوسرا نام تعریفی ہے قیامت تک باقی ہے پس کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس کمال سے حضرات ائمہ علیہم السلام کو محروم سمجھتے ہوں نیز کچھ تعجب نہیں کہ مفضل صیرفی بانی فرقہ مفضلیہ نے یہ صوفیانہ نکتہ حضرات ائمہ علیہم السلام سے ہی سیکھا ہو۔ کیونکہ وحی۔ ملائکہ۔ صحیفوں کا ائمہ پر نازل ہونا اور ائمہ کا ملہم مکلم محدث ہونا یہ سب کافی میں منقول ہے ؛

(۳) بحار الانوار کے ترجمہ فارسی کی یہ عبارت بھی ملاحظہ طلب ہے :-

"ایں حکم یعنی بظاہر اسلام مخصوص بکسے است کہ از رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نص بر خلافت امیر علیہ السلام نہ شنیدہ و بغض و عداوت آں حضرت نداشتہ چہ مرتکب ایں امور منکر قول پیغمبر است صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و بحسب ظاہر ہم کافر است و ہیچ از احکام اسلام برا و ثابت نیست و قتلش واجب ست"

یہ حکم کہ بظاہر مسلمان ہے اس شخص کے ساتھ مخصوص ہے جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے خلافت امیر علیہ السلام پر نص کو نہ سنا ہو اور جناب امیر سے بغض و عداوت رکھتا ہو کیونکہ ان امور کا مرتکب پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قول کا منکر ہے اور بحسب ظاہر بھی کافر ہے اور احکام اسلام میں سے کوئی ایک بھی اسپر ثابت نہیں اور قتل اسکا واجب ہے ؛

(۴) مجتہد صاحب لکھنوی اپنی کتاب ذوالفقار میں فرماتے ہیں :-

"بدانکہ از جملہ اصول مقررہ پیش شیعہ اثنا عشریہ اصول دینیت کہ عبارت از توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد باشد پس نیست کہ امامیہ منکر یکے از اصول مذکورہ را مومن نمیدانند و اورا از جملہ ملاعین مے انگارند آرے منکر امامت را با وجود اقرار توحید و نبوت و معاد کافر نمیدانند یعنی احکام کفار را در دنیا برا نہا جاری نمیسازند۔"

(ذوالفقار مطبوعہ مطبع مجمع البحرین لدھیانہ صفحہ ۱)

حاصل معنی یہ کہ شیعوں کے نزدیک توحید عدل نبوت امامت معاد اصول دین ہیں ان میں سے ایک کا منکر بھی امامیہ کے نزدیک بیشک مومن نہیں ہے اُسکو امامیہ ملاعین میں سے جانتے ہیں ہاں منکر امامت کو باوجود اُسکے اقرار توحید و نبوت و معاد کے کافر نہیں جانتے یعنی احکام کفار کے دنیا میں اُسپر جاری نہیں کرتے ہیں ؛

مجتہد صاحب کی عبارت مذکورہ پڑھکر ہر شخص کے دل میں خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ پانچ اصول دین میں سے چار تو ایسے ہیں کہ اُنکا نہ ماننے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے مگر پانچویں اصل یعنی امامت کا یہ حال ہے کہ اسکا منکر دنیا میں مسلمان رہیگا صرف آخرت میں کافر سمجھا جائیگا۔ اسکا جواب مجتہد صاحب نے یہ دیا ہے کہ (تا بر شیعیان کار تنگ نشود) (ذوالفقار صفحہ ایضاً) (یعنی تاکہ شیعوں پر کام تنگ نہ ہو۔ دنیا میں عیش سے زندگی بسر ہو۔ (پس امامت کے اعتقاد کا ثمرہ لطف زندگی ہے)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۵) جناب شمس العلماء مولوی سید محمد سبطین صاحب اپنی کتاب امارة البصائر رد کشف السرائر مطبوعہ لکھنؤ جلد ۲ صفحہ ۳۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

"جو شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ امامت باقرار علمائے شیعہ ضروریات دین سے نہیں ہے یہ محض تہمت ہے شیعوں پر اور کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ امامت کو غیر ضروری کہیں کیونکہ شیعہ مسئلہ امامت کو مسائل اصول سے جانتے ہیں انکے نزدیک منکر نبوت نبیؐ اور منکر امامت علی بن ابیطالبؑ دونوں یکساں ہیں اسی لئے جناب سید مرتضیٰؒ اور اور اصحاب قدماء سے اہل خلاف کی نجاست ظاہری کے بھی قائل ہو گئے ہیں اور من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ کا بھی ظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے کہ جیسا معرفت نبی کی واجب ہے اور اصول سے ہے ویسا ہی معرفت امام کی بھی واجب اور اصول سے ہے اور جیسا پہلے سے انکار و غفلت موروث کفر ہے اسی طرح انکار و غفلت معرفت امام سے بھی موروث کفر و سبب موت جاہلیت ہے متاخرین علمائے شیعہ جو اہل خلاف کی نجاست ظاہری کا حکم نہیں کرتے تو اسلئے کہ علمائے اہل سنّت نے جب مسئلہ امامت کو فروع سے کہا تو بسبب اسکے کہ واقع میں ایک اصل واجب کی اصول سے مخالفت کی ہے لیکن درپردہ یعنی یہ کہکر کہ امامت فروع سے ہے اس پردہ کی راہ سے ظاہر انکا ظاہر کرتے ہیں اور واقع میں آخرت کے لئے انہیں بے بہرہ جانتے ہیں اور جب امامت شیعوں کے نزدیک مسائل اصول سے ثابت ہے تو منکر اسکا یقینی انکے نزدیک منکر ایک اصل کا اصول سے ہے اور منکر اصول دائرہ اسلام سے خارج ہے۔"

(۶) صاحب استقصاء الافحام بجواب منتہی الکلام فرماتے ہیں:-

"اگر غرض از نقل ایں عبارت محض اثبات ایں معنی ست کہ صاحب بحار ثلثہ و اتباع ایشاں را کافر میداند پس البتہ ایں معنی بسر و چشم مقبول ست اصلاً جائے استنکاف و انکار نیست۔"

اگر غرض نقل اس عبارت سے محض ثابت کرنا اس بات کا ہے کہ صاحب بحار ثلثہ اور انکے اتباع کو کافر جانتا ہے تو البتہ یہ بات بسر و چشم مقبول ہے ہرگز جائے انکار نہیں۔

(۷) علامہ مرزا محمد کشمیری نے نبوت تشریعی کے منقطع ہونیکا اقرار کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں مگر کافی کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ کی نبوت تشریعی تھی۔ درحقیقت احادیث شیعہ اس بارہ میں مختلف ہیں۔ بعض حدیثوں میں ائمہ کو صرف محدَّث (بفتح دال) بیان کیا گیا ہے۔ الغرض وہ حدیث جو ائمہ علیہم السلام کی نبوت تشریعی پر دلالت کرتی ہے یہ ہے:-

عن محمد بن سنان قال کنت عند ابی جعفر الثانی علیہ السلام فاجرت اختلاف الشیعۃ فقال یا محمد ان اللّٰہ تبارک وتعالیٰ لم یزل متفرداً بوحدانیتہ ثم خلق محمداً و علیاً و فاطمۃ فمکثوا الف دھر

محمد بن سنان کہتا ہے کہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کی مجلس میں تھا تو میں نے شیعوں کے اختلاف کا ذکر کیا تو امام نے فرمایا کہ اے محمد بیشک اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے یکتا تھا اپنی وحدانیت میں پھر اس نے پیدا کیا محمد اور علیؑ اور فاطمہ علیہم السلام کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ثم خلق جمیع الاشیاء فاشھدھم خلقھا و اجری طاعتھم علیھا وفوّض امورھا الیھم فھم یحلّون مایشاؤن و لن یشاؤا الّا ان یشاء اللہ تبارک و تعالیٰ

(اصول کافی صفحہ ۲۷۵)

(خلیل فردتنی نے اس حدیث کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ان کی اولاد کے ائمہ بھی مراد ہیں۔ اصل الفاظ یہ ہیں۔ مراد ایشان و ائمہ اولاد ایشان ہست) وہ اسطرح ہے ہزار برس پھر پیدا کیا سب چیزوں کو اور دکھایا ان تینوں کو سب چیزوں کا پیدا کرنا اور جاری کی اطاعت انکی سب چیزوں پر اور سپرد کر دیئے کام اُن چیزوں کے اُن تینوں کو پس وہ حلال کرتے ہیں جس چیز کو چاہتے ہیں اور حرام کرتے ہیں جس چیز کو چاہتے ہیں اور نہیں چاہتے ہیں وہ مگر جو چاہے اللہ۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امامت سے مراد رسالت ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ سلم کے علاوہ۔ دوازدہ امام علیہم السّلام بلکہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کی بھی مستقل رسالت تھی یعنی چودہ معصوم مستقل رسول تھے۔ ان سب کو اختیار تھا کہ جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں اور جس چیز کو چاہیں حرام ٹھیرادیں۔ شریعت محمدیہ کی پابندی اُنپر واجب نہ تھی۔ علّامہ مرزا محمد کشمیری صاحب زندہ ہوتے تو اُن سے دریافت کیا جاتا کہ یہ نبوت تشریعی نہیں تو اور کیا ہے؟

(۸) جناب مولوی سید علی نقی صاحب صدر الافاضل۔ الواعظ نمبر ۷ جلد ۷ صفحہ ۱ میں لکھتے ہیں۔ "توحید و نبوت و معاد باجماع اُمت اصول دین میں داخل ہیں اور کوئی مسلمان اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ پھر صفحہ ۲۲ میں لکھتے ہیں "ہم قطعی ثبوت پیش کرتے ہیں جسکے بعد شبہ کی گنجائش نہیں کہ امامت اصول دین میں داخل ہے۔ صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں "امامت کے اعلان سے قبل دین ناقص تھا یا کامل؟ اگر کہو کامل تو قرآن کی تکذیب ہے کیونکہ خدا روز غدیر اکمال دین کی خبر دے رہا ہے اگر کہو ناقص تھا تو معلوم ہوا کہ دین کا ایک جزو امامت ہے اور اسی سے اسکا اصول دین میں ہونا ثابت ہے"

اب **عمدۃ الافاضل** مدیر الواعظ اور مولوی لقاء علی حیدری صاحب واعظ کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ براہ مہربانی اپنے ان بزرگان و برادران دینی کی ایک اصولی غلطی کی ادلہ بیّنہ کے ساتھ اصلاح فرمائیں یہ خاکسار بھی اس کار خیر میں آپ کی امداد کے لئے حتی الامکان تیار ہے اور اس وعدہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قلمی امداد کے طور پر جسکو پہلی قسط سمجھنا چاہیئے چند سطور درج ذیل کرتا ہے جن سے صدر الافاضل صاحب کے اس دعوے کی کہ امامت مصطلحہ شیعہ کا قطعی اور بے شبہ طریق پر اصول دین میں ہونا ثابت ہے اصل حقیقت پبلک پر ظاہر ہو جائیگی اور امید ہے کہ خود صدر الافاضل صاحب بھی بشرط انصاف و حق پسندی اپنے پیش کردہ دلائل کی قطعیت کا آئندہ کبھی بھولکر بھی نام نہ لینگے۔

صدر الافاضل صاحب! جناب نے امامت بلافصل حضرت علی رض پر آیۃ کریمہ یاایھا الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربّک و ان لم تفعل فما بلغت رسالتہ سے استدلال کیا ہے۔ وجہ استدلال آیۃ مذکورہ سے آپنے یہ بتائی ہے کہ قرآن امامت کو ما انزل الیک من ربک سے تعبیر کر رہا ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔ جناب نے ایک دعوے کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دلیل پیش ہی کی کہ دوسرا دعویٰ کردیا۔ آگے چلکر آپ فرماتے ہیں۔ اب اسکے اوپر منطبق کرو ایک دوسری آیت قرآن کہ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت واٰمنوا بما نزّل علٰی محمد الخ تو معلوم ہوگا کہ ما نزل علی محمد کے ماتحت امامت پر ایمان ضروری ہے۔ میری گذارش یہ ہے کہ جناب کا یہ تیسرا دعویٰ ہے افسوس کہ جناب والا باوجود صدر الافاضل ہونیکے دعویٰ اور دلیل میں کچھ فرق نہیں جانتے یا مصلحتاً نہیں مانتے۔ اگر آپ یہ فرمائیں کہ اچھا دلیل ہماری مفسرین و مورخین کی وہ اسم نویسی ہے جسکی نسبت ہم نے لکھدیا ہے کہ انکی تصریح کے موافق یہ آیت امیر المومنین کی امامت کے متعلق وارد ہوئی ہے تو آپکا یہ جواب بھی نہایت عجیب اور سخت حیرت انگیز ہوگا کیونکہ یہ بھی آپکا صرف چوتھا دعویٰ ہے دلیل نہیں۔ ہم کب مانتے ہیں کہ ان تمام لوگوں نے جنکی اسم نویسی آپنے کی ہے یہ تصریح کردی ہے کہ یہ آیت جناب علی کی امامت بلافصل کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ کیا مطلق امامت اور امامت بلافصل میں کوئی فرق نہیں۔ ضرور ہے پس آپکا اس استدلال کی نسبت یہ فرمانا کہ ثبوت یا بے شبہ ثبوت ہے محض گپ یا شاعرانہ مبالغہ ہے۔

ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ ما انزل الیک من ربک اور ما نزل علی محمد عام ہیں۔ پس انکی تخصیص بحث عقائد میں کسی کی گپ زنی سے وہی شخص کرسکتا ہے جو قرآن شریف کو اساطیر الاولین جانتا ہو۔

معزز ناظرین! صدر الافاضل صاحب نے اپنی فضیلت علمی کا عجیب حیرت انگیز نمونہ دکھلایا ہے۔ دعویٰ تو آپکا یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جناب امیر امام بلافصل ہیں۔ مگر اس دعویٰ کی تائید میں آپنے نہ کوئی آیت قرآنی پیش کی جو حضرت امیرؑ کی امامت بلافصل پر قطعاً دلالت کرتی ہو نہ ایسی کوئی حدیث قطعی الصدور پیش کی۔ صرف یہ کام کیا ہے کہ چند مفسرین محدثین مورخین کے نام لکھکر فرمایا ہے کہ وہ تصریح کرتے ہیں کہ فلاں آیت امیر المومنین کی امامت کے متعلق وارد ہوئی ہے لیکن مفسرین محدثین مورخین میں سے کسی کی کوئی تحریر پیش نہیں کی تاکہ پبلک اسکو نظر انصاف سے دیکھکر کوئی آزادانہ رائے قائم کرسکتی باینہمہ خود بدولت امیدوار ہیں کہ انکا دعویٰ ڈگری کیا جائے۔ مدعا علیہ کو انکے دعوے سے قطعاً انکار ہے پس ایسی صورت میں پبلک اور کیا فیصلہ کرسکتی ہے بجز اسکے کہ دعویٰ مدعی ثابت نہیں اظہر من الشمس ہو۔

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ اہلسنّت جناب علیؓ کو جب خلیفہ یا امام کہتے ہیں تو اس سے انکی مراد خلیفہ یا امام چہارم ہی ہوا کرتی ہے۔ اور خلیفہ یا امام پنجم حضرت حسنؓ کے سوائے باقی ائمہ اہلسنّت میں سے کسی کو جب اہلسنّت امام کہتے ہیں تو انکی مراد پیشوائے دین عالم نیکوکار متقی و پرہیزگار ہوتی ہے۔ شیعوں کی اصطلاحی امامت کا انکو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ پس کسی سنّی مفسّر محدّث یا مورخ نے اگر خوارج کے مقابلہ میں یہ لکھ بھی دیا ہو کہ فلاں آیت سے حضرت علیؓ کی امامت ثابت ہوتی ہے تو اس سے شیعوں کا یہ سمجھ لینا کہ فلاں سنّی مفسّر محدّث یا مورخ جناب امیر کی امامت بلافصل کا قائل و معتقد ہے محض ایک خیال خام ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دوسری آیت یعنی الیوم اکملت لکم دینکم الخ جو صدر الافاضل صاحب نے پیش کی ہے اس کا بھی وہی حال ہے جو پہلی آیت کا۔ اس لئے جواب بھی وہی کافی ہے جو پہلے ہو چکا۔ لیکن صدر الافاضل صاحب کی مزید تسلّی کے لئے کچھ اور بھی عرض کیا جاتا ہے۔ اس آیت سے امامت بلافصل جناب علی رضؓ پر صدر الافاضل صاحب کا استدلال اس طرح پر ہے کہ امامت علی کی تبلیغ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہے امامت کے اعلان سے قبل دین ناقص تھا اعلان کے بعد کامل ہو گیا۔ پس امامت بلافصل جناب علی رضؓ کی ثابت ہو گئی اور اس کا اصول دین میں سے بھی ہونا ثابت ہو گیا لہٰذا اُسکا مُنکر کافر ہے۔ محترم صدر الافاضل صاحب! آپ کی دلیل کی تقریب یہاں بھی ناتمام ہے کیونکہ دعویٰ آپ کا امامت بلافصل ہے اور دلیل میں بلافصل مذکور نہیں۔

آیات قرآنی سے استدلال جناب صدر الافاضل صاحب کا ختم ہُوا اور یہیں سے احادیث کی طرف اُنکا رُخ پھر گیا۔ علمائے شیعہ اچھی طرح سے اسکو محسوس کر چکے ہیں کہ امامت بلافصل جناب امیرؑ کا آیات قرآنیہ سے ثابت ہونا ایسا ہے جیسا اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا۔ مثال کے طور پر ایک بات عرض کرتا ہوں اودھ کے ایک مشہور شیعہ مناظر جناب شفاء الدولہ ذکاء الملک حکیم سیّد افضل علیخاں مدبر جنگ نے اپنی کتاب انارۃ البصائر و کشف السرائر کی جلد چہارم بحث امامت کے لئے وقف کی ہے۔ مَیں نے اس کتاب کو نہایت شوق کے ساتھ دیکھنا شروع کیا اس غرض سے کہ حکیم صاحب آیات قرآنیہ سے امامت بلافصل پر جو استدلال فرمائینگے وہ حکیمانہ رنگ میں ہوگا مگر جب مَیں نے اسی کتاب کے صفحہ ۵ میں حکیم صاحب کا یہ اقرار لکھا ہُوا دیکھا کہ "اکثر نصوص جلیہ و ظاہرہ خلافت و امامت پر جناب امیر المومنین اور اُنکی اولاد کرام کی احادیث متفق علیہا بین الفریقین ہیں اور آیات قرآنی کی دلالت اسی مطلب پر بہ نسبت احادیث کے فی الجملہ محتاج طرف استدلال کے ہوتی ہے" تو میرا سب شوق ٹھنڈا ہو گیا۔ کیونکہ امامت بلافصل جناب امیرؑ پر آیات قرآنیہ دیگر استدلال (یعنی احادیث) کی محتاج ہوئیں۔ اور امامت مذکورہ کا مدار احادیث متفق علیہا بین الفریقین پر رہا۔ اب احادیث متفق علیہا بین الفریقین کی نسبت امام اہلبیت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا فتویٰ سُنئیے:۔

خُذ ما وافق کتاب اللہ و خذ بالمجمع علیہ بین اصحابک و خذ ما خالفھم فان الرشد فی خلافھم۔ } یعنی لے اس حدیث کو جو موافق کتاب خدا ہے اور مجمع علیہ تیرے اصحاب رضؓ کے ہے اور جو مخالف اہل سُنّت ہے اسلئے کہ راستی انکے خلاف میں ہے۔

اسی فتویٰ کی بناء پر صاحب رمی الجمرات جلد ۲ کتاب مذکور کے صفحہ ۶ میں لکھتے ہیں کہ "سینکڑوں حدیثیں موافق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سُنّیوں کی ہماری کتب میں تقیّہ" وارد ہیں لیکن چونکہ آیات اور روایات قطعیہ اور مجمع علیہ ہمارے اصحاب کے خلاف ہیں اور موافق مذہب عامّہ ہیں ہم انکو متروک اور محمول علی التقیہ کرتے ہیں بقولہ علیہ السّلام (پھر وہی نقل کیا جو ابھی اوپر لکھا گیا)

لہٰذا وہ احادیث متفق علیہا بین الفریقین جو امامت بلافصل جناب امیرؑ پر دلالت کرتی ہوں امام علیہ السّلام کے فتوٰی کے مطابق بالکل ردّی نکمّی اور ناکارہ ہیں۔ بتاؤ اب امامت بلافصل ثابت کرنے کا کیا ذریعہ باقی رہا؟ کچھ نہیں۔

شفاء الدولہ صاحب کی طرح صدر الافاضل صاحب نے بھی غلطی کی ہے کہ بعض سُنّی مفسّرین و محدّثین کی روایات کو بزعم خود شیعوں کی روایات کے موافق پاکر انہیں متفق علیہا بین الفریقین سمجھا اور پھر انکو امامت اصطلاحی شیعان کے اثبات کے لئے قطعی دلیل سمجھکر اہلسنّت کے مقابلہ میں پیش کر دیا حالانکہ امام علیہ السّلام کے فتوٰی خذ ما خالفہم فان الرشد فی خلافہم کے مطابق بحیثیت شیعہ ہونیکے انکا فرض تھا کہ اس قسم کی روایتوں کو پایہ اعتبار سے ساقط سمجھتے۔ خیر جو غلطی ہوگئی وہ ہوگئی آئندہ کیلئے متنبہ ہوں اور امام علیہ السّلام کی مخالفت سے توبہ کریں اور از سرِ نو وہ قطعی دلائل پیش کریں جو خالص شیعہ مذہب کے مطابق ہوں اہلسنّت کی روایات کے موافق نہ ہوں۔

جناب صدر الافاضل صاحب نے قرآن شریف کی دو آیتیں تبرکاً پڑھکر شیعوں کی عادت کے مطابق جو فوراً احادیث کی طرف توجہ فرمائی۔ اسپر مجھے حضرت سلمان محمّدی محدّث رضی اللہ عنہ کا قول یاد آیا اور وہ یہ ہے "شیخ کشی نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت امام محمد باقرؑ کے سامنے سلمان فارسی کا نام مذکور ہوا امامؑ نے فرمایا وہ سلمان محمّدی ہے بتحقیق کہ سلمان ہم اہلبیت سے ہے اور سلمان لوگوں سے کہتے تھے کہ تم قرآن سے حدیثوں کی طرف بھاگتے ہو اسلئے کہ تم نے قرآن کو ایک کتاب رفیع و بلند مرتبہ پایا اس میں ہر ایک جزئیات کا تم سے حساب لیا جاتا ہے یعنی ہر ایک امر خفیف کا اگرچہ وہ رائی کے دانے کے برابر ہو پس احکام قرآن نے تم پر تنگی کی اسی لئے احادیث کی طرف بھاگے تا اینکہ تمہارا کام آسان و کشادہ ہوگیا (ترجمہ حیات القلوب جلد ۲ حصہ ۲ صفحہ ۹۹۸)

جناب صدر الافاضل صاحب نے آیۃ الیوم اکملت لکم دینکم کے شان نزول کے متعلق سُنّی مفسّرین وغیرہ کی جو اسم شماری کی ہے اُس میں صاحب ترجمان القرآن بھی ہیں حُسنِ اتّفاق سے اس مضمون کے لکھنے کے وقت تفسیر ترجمان القرآن میرے پاس رکھی ہوئی تھی۔ دل میں خیال آیا کہ صدر الافاضل کی تحریر کے پختہ یا خام ہونیکی جانچ پڑتال کے لئے تفسیر ترجمان القرآن میں آیہ الیوم اکملت لکم دینکم کی شان نزول کے متعلق جو روایات ہوں انکے دیکھ لینے میں کوئی جرم نہیں۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے تفسیر مذکور میں آیہ الیوم اکملت لکم دینکم نکالی۔ جو صفحہ ۸۱۴ سے شروع ہوکر صفحہ ۸۲۹ پر ختم ہوئی ہے۔ صفحہ ۸۲ میں لکھا ہے سُدّی نے کہا یہ آیت دن عرفے کے نازل ہوئی اسکے بعد کوئی حلال حرام نہیں اترا حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے پھر کر انتقال کیا صفحہ ۸۲ میں لکھا ہے۔ عنترہ نے کہا جب یہ آیت دن حج اکبر کے اتری تو عمر رضی اللہ عنہ روئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کیوں روتے ہو کہا اسلئے روتا ہوں کہ ہم زیادتی میں تھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنے دین سے سو جب دین کامل ہو گیا تو کامل نہیں ہوتی ہے کوئی چیز مگر گھٹ جاتی ہے - فرمایا سچ کہتے ہو (رواہ ابن جریر) .... عمرؓ نے کہا واللہ میں جانتا ہوں اُس دن کو جس میں یہ آیت حضرتؐ پر اُتری اُس گھڑی کو جس میں وہ نازل ہوئی سہ پہر عرفے کو دن جمعہ کے - رواہ احمد والشیخان والترمذی والنسائی - .... علی مرتضےٰ نے کہا اتری یہ آیت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور وہ کھڑے تھے سہ پہر کو - (رواہ ابن مردویہ) .... صـ ۸۲۲ کسی نے کہا حجۃ الوداع میں راہ چلتے اُتری - ابو سعید خدری نے کہا دن غدیر خم کے اُتری جب حضرت علیؓ سے کہا من کنت مولاہ فعلی مولاہ رواہ ابن مردویہ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ اٹھارھویں دن ذی الحجہ کے اُتری یعنی وقت پھرنے کے حجۃ الوداع سے مگر یہ روایت اور وہ روایت دو تو صحیح نہیں ہیں ٹھیک بات جس میں کسی طرح کا شک شبہ نہ ہو وہی بات ہے کہ دن عرفے کے روز جمعہ نازل ہوئی جس طرح کہ عمر و علی و اول الملوک اسلام معاویہ و ترجمان قرآن ابن عباس و سمرہ بن جندب نے کہا ہے اور شعبی و قتادہ و شہر بن حوشب وغیرہ ائمہ و علماء نے ذکر کیا ہے یہی قول مختار ابن جریر و طبری کا ہے انتہیٰ

تفسیر ترجمان القرآن کی عبارات منقولہ بالا پڑھکر معاً میرے دل میں خیال آیا کہ آیہ کریمہ ایھا الرسول بلغ ما انزل کے متعلق صدر الافاضل نے جو خبر دی ہے کہ فلاں فلاں مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یہ آیت امامت علی کے متعلق وارد ہوئی ہے اب اسکی جانچ پڑتال بھی مطابق حکم فتبینوا ضروری ہے اسلئے میں نے آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کی تفسیر بھی دیکھی - تفسیر مذکور کے صـ ۹۴۴ میں لکھا ہے -

" اللہ تعالیٰ نے اسجگہ حضرت کو رسول کا خطاب دیا اور حکم ابلاغ کل رسالت کا فرمایا حضرت نے خوب ہی بجا آوری اس حکم کی کی جیسا چاہیئے تھا ویسا قیام کیا - بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں عائشہ سے روایت کیا ہے کہ جو کوئی تجھ سے یہ بات کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شے کو ما انزل اللہ علیہ میں سے چھپایا وہ جھوٹا ہے صـ ۹۴۵ میں لکھا ہے بخاری نے زہری سے نقل کیا ہے کہ من اللہ الرسالۃ وعلی الرسول البلاغ وعلینا التسلیم - اُمت نے گواہی دی واسطے حضرت کے ابلاغ رسالت کی ادائے امانت کی حضرت نے انسے یہ بات اعظم محافل میں اندر خطبے کے دن حجۃ الوداع کے کھلوائی وہاں اصحاب قریب چالیس ہزار کے تھے - مسلم میں آیا ہے جابر بن عبد اللہ سے کہ حضرت نے اسدن خطبے میں فرمایا اے لوگو! تم سوال کیئے جاؤ گے مجھ سے سو تم کیا کہو گے سب نے کہا ہم یہ کہینگے کہ آپنے پہنچا دیا ادا کر دیا نصیحت کی سر اٹھا کر ہاتھ طرف آسمان کے کر کے نیچے لا کر کہا - اللّٰھم ھل بلّغت اللّٰھم ھل بلّغت -

صـ ۹۴۵-۹۴۶ میں لکھا ہے صحیحین میں آیا ہے کہ جاگے حضرتؐ ایک رات جبکہ مدینے میں آئے بعد ہجرت کے بعد دخول کے ساتھ عائشہؓ کے اور یہ امر سنہ دو ہجری میں ہوا عائشہؓ نے کہا حضرتؐ حراست کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت اُتری واللہ یعصمک من الناس اسوقت سر قبہ سے باہر نکالکر فرمایا اے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لوگو! جاؤ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کی ہے رواہ ابن ابی حاتم والترمذی وقال ہٰذا حدیث غریب ورواہ ابن جریر والحاکم وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وکذا رواہ سعد بن منصور یہ حدیث کئی طریق سے آئی ہے"

نوٹ :- آیہ الیوم اکملت لکم دینکم کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس کا عرفے میں جمعہ کے دن نازل ہونا اصول کافی میں بھی مذکور ہے ملاحظہ ہو اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ - صفحہ ۱۷۸

باب ما نص اللہ - روایت ابو الجارود - ثم نزلت الولایۃ وانما اتاہ ذٰلک فی یوم الجمعۃ بعرفۃ انزل اللہ عزوجل الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی -

اب سُنی و شیعہ دونو کی روایتوں سے ثابت ہوگیا کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم عرفے میں جمعہ کے دن نازل ہوئی اور سُنیوں کی قوی اور صحیح روایتوں سے ہم پہلے یہ بھی دکھا چکے ہیں کہ آیہ کریمہ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الخ سنہ ۲ و ۳ ہجری میں نازل ہوچکی تھی لہٰذا صدر الافاضل اور انکے ہم خیالوں کا سارا نقشہ ہی بگڑ گیا انہوں نے ۱۸ ذی الحجہ کو یا اسکے بعد منزل غدیر خم میں آیات یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک اور الیوم اکملت لکم دینکم کے نزول کا جو دعویٰ کیا تھا وہ ہباءً منثورا ہوگیا اور اسکی بنیاد پر امامت بلافصل جناب امیر کی جو عمارت اُٹھائی تھی وہ منہدم ہوکر زمین کا پیوند ہوگئی - جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا واہ صدر الافاضل صاحب واہ - آپ نے شیعوں کی وکالت کا فرض خوب ادا کیا - بے سوچے سمجھے آپنے ایسا گواہ پیش کردیا جس نے آپکے دعوے کو ملیا میٹ کرکے آپ پر اُلٹی ڈگری کرادی - خیر آئندہ را احتیاط -

صدر الافاضل صاحب نے صفحہ ۲ میں زیر عنوان اصول دین کا حقیقی معیار لکھا ہے :-

کہ اصول دین سے مراد عقائد سمجھ لو" بہت خوب ہم نے ایسا ہی سمجھ لیا اب گذارش یہ ہے کہ شیعہ صاحبان کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ اصول کے ثابت کرنے کے لئے دلائل قطعیہ پر اعتماد کیا جاتا ہے چنانچہ جناب مجتہد صاحب لکھنوی ضربت حیدریہ میں تحریر فرماتے ہیں :-

"این سوال مبنی است بر عدم درک طریقہ اینقہ متکلمین و مجتہدین امامیہ چہ ایشان در اصول دینیہ متینیہ بر دلائل قطعیہ اعتماد میکنند و بس وظن و تقلید را دران جائز و سائغ نمے دانند پس در اصول دینیہ اعتماد بر اخبار احاد نمی نمایند و صحاح و حسان و موثقات و ضعات دریں مادہ یکسان است"

لہٰذا اب صدر الافاضل صاحب پر فرض ہوگیا کہ وہ عدل و امامت مصطلحہ شیعیان کا اصول دین میں فی الحقیقت داخل ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت کر دکھائیں - ورنہ اپنے دعوے سے دست بردار ہوں ؛

حصہ اوّل ختم ہوا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مرثية لأستاذنا المحترم رض سقى الله ثراه وطاب مثواه

أحقٌّ يا إلهي ما أتانا ... أجدٌّ ما سمعنا ما عنانا
يخاذل كلُّ عضوٍ ما يليه ... إلهي! ما دهانا؟ ما دهانا؟
تتعتعت اللسان فكلّ لفظ ... تعبّره تؤيّده ها بدانا
ونسمع كلّ من نلقى رسولاً ... "توفّي الله منّا" متى؟ فلانا
تسيل دموعنا آناً فآناً ... وأذهب "ما بنا منه" نهانا
ونغطس في المصائب كلّ حال ... بكلّ مصيبةٍ دهرٌ رمانا
ننادي "من يبكّينا" نداءً ... إلى ما تهجر يا من قفانا
أيا من كان يحفظنا بأيدٍ ... وكان يصوننا ممّن قلانا
أيا من كان طلق الوجه نوراً ... ولم يغضب لمن عادى فلانا
وكان يحبّنا حبّاً شديداً ... ويحرسنا جوًى عمّن جفانا
فما لك؟ لا تكلّمنا كلاماً ... تحرّك من تلفّظه لسانا
تفارقنا وقلبك مطمئنٌّ ... فأرضاك الإله قرىً ابانا
وأعسى الليل أم متع النهار ... سواءٌ عندنا أيٌّ أتانا
فيا روشن علي! قد كنت نوراً ... به انكشف الدجى أناً فآناً
وأسكنك الإله مقام عزٍّ ... وزادك في العلى بهجةً أو تدانا
وندعو من "يجيب إذا اضطررنا" ... أرح أستاذنا هنا الجنانا
أرح "روشن علي" مغنى عليّاً ... تقبّل ذا الدعا يا من هدانا
وأدخل شيخنا جنّات عدنٍ ... وجازِ عليه أفضل ما جزانا
تلمّذنا بلوعٍ واشتياقٍ ... فلم يرفق بنا إلّا زمانا
له شيمٌ بها فاق الكرام ... وعادات به ازدانت حسانا
وما ترك التغنّي بالكتاب ... كتاب الله من نارٍ وقانا
وكرّره مراراً في الدروس ... فأعجبنا وأولانا الجمانا
نسلّمه سلاماً بالسلام ... وكيف نصافح من لا يرانا
رضينا بالقضاء فكيف نشكو ... وإن نبكي لحزنٍ قد شجانا
ونلحقه إذا شاء القدير ... نلبّيه إذا ربٌّ دعانا

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر ایس کے برمن کی

سخت امراض کی مجرب پٹنٹ دوائیں

دوا استعمال سے پہلے

دوا استعمال کے بعد

بڑی شیشی	جوڑی بخار و طحال کی دوا	چھوٹی شیشی
۱۰/		۹/

(بخار کے لئے ملک الموت ہے)

تین چار خوراک کے استعمال سے ہی بخار کا اثر کم جاتا ہے۔ باری سے آنیوالے بخار۔ اکترا۔ تجاری وجوتھیا وغیرہ کو قطعی رفع کرتے ہیں اس دوا نے تمام ہندوستان میں خوب شہرت حاصل کی ہے۔ قیمت فی شیشی (خورد) ۹ محصولڈاک آٹھ آنہ ۸/

امراض مستورات کی دوا

(ہر قسم کے امراض مستورات کے لئے آزمودہ ہے)

مستورات کی صحت کو ضائع کرنیوالا مرض سیلان الرحم آج ۹۵ فیصدی مستورات کو اپنے پنجوں کا شکار بنائے ہوئے ہے۔ لیکن اس موذی مرض سے نجات حاصل کرنے اور تمام نقائص متعلقہ رحم کو رفع کرنے کے لئے یہ دوا بھی ایسی بے نظیر ثابت ہوئی ہے کہ مرض کو مغلوب کیئے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتی۔

رحم کو طاقتور بنانا۔ سر، شکم، کمر و رانوں وغیرہ کے درد کو رفع کرکے مستورات کی طبیعتوں کو تر و تازہ و فارغ البال رکھنا اس دوا کے خاص اوصاف ہیں۔ قیمت فی شیشی دو روپیہ ۲/ محصولڈاک ۱۱/ تین شیشی ۵/۹ محصولڈاک چودہ آنہ ۱۴/

داد کا مرہم	... داد خارش ... نہیں رہتے۔ ہزار ہا مریض صحتیاب ہوچکے ہیں۔ اسکے فوائد تیر بہدف ہیں۔ قیمت فی ڈبی چار آنہ ۴/ محصولڈاک چھ آنہ ۶/

نوٹ۔ ہماری دوائیں سب جگہ فروخت ہوتی ہیں اپنے مقام میں خریدنے سے وقت اور محصولڈاک میں بچت ہوگی +

(صیغہ نمبر ۱۱۷) پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ۔ شیخ محمد وارث۔ رحمت علی مرچنٹ۔ گورداسپور۔ (پنجاب)

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر صدر انجمن احمدیہ کیلئے قادیان سے شائع کیا۔